اگست 2023

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

مبارک پور

اشرفیہ

یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ کے حامیوں کا کہنا ہے کہ عائلی قوانین سے ملک کے سیکولر کردار کو دھکا پہونچے گا۔ سیکولر ہونے کا تقاضا ہے کہ تمام شہریوں کے عائلی قوانین میں یکسانیت ہو کیونکہ الگ الگ عائلی قوانین ان کے درمیان امتیاز (Discrimination) پیدا کرنے کے ہم معنی ہوگا۔ اور قومی یکجہتی National Integration کے لیے بھی ضروری ہے کہ یکساں سول کوڈ کو جاری کیا جائے۔ اگر اس منطق کو قبول کیا جائے تو پھر کل چل کر (Union Worship Code, Uniform Moral Code) یعنی ملک میں یکساں ضابطۂ پرستش و یکساں ضابطۂ اخلاق بھی بن سکتا ہے۔ اور یہ دلیل دی جائے گی کہ یکساں ضابطۂ پرستش کے تحت مندر و مسجد کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا۔ اور یکساں ضابطۂ اخلاق کے تحت بیٹا کل اپنے باپ سے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں اور تم برابر و یکساں ہیں لہٰذا میں ہی کیوں تمھاری فرمانبرداری کروں؟ تم بھی تو میرا کہا مانو "بریں عقل و دانش بباید گریست"۔

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی وعلمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبدالحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 47 شمارہ 8

اگست 2023ء

محرم-صفر 1444ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : مبارک حسین مصباحی

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِتعاون

قیمت عام شمارہ: 30 روپیے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپیے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپیے

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ

750 روپیے

دیگر بیرونی ممالک

25$ امریکی ڈالر 20£ پونڈ

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com

mubarakmisbahi@gmail.com

info@aljamiatulashrafia.org

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپواکر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	کہاں تک اور بگڑے گا ابھی ان کا چلن ساقی	مبارک حسین مصباحی	5
	مطالعۂ قرآن		
تفہیم قرآن	علمِ الٰہی (تیسری قسط)	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	8
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	10
	نظریات		
فکر امروز	وطن کے سینے پر خون ناحق کی یہ لکیریں	محمد علم اللہ	12
	اسلامیات		
شعاعیں	جادۂ اعتدال سے ہٹتے مذہبی القابات	خلیل احمد فیضانی	14
	اعتقادیات		
ختم نبوت	صدر الشریعہ اور تحفظ عقیدۂ ختم نبوت	سید صابر حسین شاہ قادری بخاری	19
	شخصیات		
انوار ولایت	مجدد الف ثانی کے فضائل و کرامات (آخری قسط)	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ مجددی	21
انوار حیات	مفتی اعظم راجستھان کی دینی خدمات	محمد شاہد علی اشرفی فیضانی	25
	سیاسیات		
آئینۂ وطن	یونیفارم سول کوڈ ایک تجزیاتی مطالعہ/کامن سول کوڈ کے نقصانات	محمد شعیب رضا نظامی فیضی/مفتی محمد علی قاضی مصباحی	27
	سماجیات		
عصر حاضر	کڑوا شربت	انس مسرور انصاری	32
	اساطین تصوف		
ذکر جمیل	سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری	34
	بزم دانش		
فکر و نظر	سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہماری بچیاں	مولانا محسن رضا ضیائی/میمونہ اسلم	35
	بزم خواتین		
طبی نقطہ	اداسی اور ڈپریشن سے نجات/میاں بیوی میں ناراضگی کے سبب خاموشی نقصان دہ	ادارہ/بھارتی دویدی	78
	ادبیات		
گوشۂ ادب	علامہ ارشد القادری کی شعر گوئی	محمد ولی اللہ قادری	43
نقد و نظر	مخ المعانی ایک معروضی مطالعہ	عرض گزار: مبارک حسین مصباحی	
خیابان حرم	منظومات	ثاقب قمری مصباحی/ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی/محمد اشرف رضا قادری	53
	وفیات		
سفر آخرت	قاضی محمد اسماعیل مقبولی کا وصال	امام احمد رضا مومنٹ	54
	مکتوبات		
صداے بازگشت	اظہر مرزا		55
	سرگرمیاں		
عالمی خبریں	سوئڈن میں قرآن کی بے حرمتی/15 ہزار بے قصور فلسطینی/اسرائیلی مظالم کے حوالے سے اقوام متحدہ کی رپورٹ		56
خیر و خبر	سنی مسجد بلال میں تعزیتی نشست/43واں عرس حضور مفتی اعظم ہند		58

کہاں تک اور بگڑے گا ابھی ان کا چلن ساقی

ہریانہ سے منی پور تک کی خوں ریز سرگذشت

مبارک حسین مصباحی

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، اس میں ہندو مسلم اور سکھ عیسائی وغیرہ سب رہتے آئے ہیں، تقسیم وطن کے بعد خاکِ ہند میں اقلیتوں اور خاص طور پر مسلمانوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔ قتل و خوں ریزی اور ظلم و تشدد کی آگ پہلے ہی سے بھڑکی ہوئی ہے مگر جب سے بی جے پی برسرِ اقتدار آئی ہے اس نے دیگر اقلیتوں اور خاص طور پر مسلم سماج کو ظلم و جبر کا محور بنالیا ہے، مضبوط دستاویز کے باوجود صرف آستھا کی بنیاد پر بابری مسجد شہید کردی گئی، گیان واپی مسجد وارانسی، نشانے پر ہے وزیر اعلیٰ کے ایک موجودہ بیان نے مسلمانوں اور انصاف پسند طبقات کو چونکا دیا ہے، اسی طرح سیکڑوں مساجد نشانے پر ہیں، بہت سی مساجد اور عیدگاہوں پر تنازع جاری ہے۔ مختلف کورٹس میں مقدمات چل رہے ہیں۔

میوات میں کیا ہوتا رہا ہے، اکثریتی فرقے کے شرپسندوں نے یکے بعد دیگرے جبری طور پر مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ ان تمام معاملات پر گفتگو ہوتی رہی ہے، نتائج سب کے سامنے ہیں، ہمیں اپنے قلم سے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ 31 جولائی 2023 کو مذہبی یاترا کے دوران تشدد پھوٹ پڑا، یہ حادثہ نوح ہریانہ کا ہے، فرقہ وارانہ فساد کی یہ آگ ہریانہ کے کئی شہروں کو اپنی زد میں لے چکی ہے۔ ان میں توڑ پھوڑ، گھروں اور دوکانوں اور دیگر املاک کو نذر آتش کرنا، مار پیٹ اور ظلم و تشدد کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ چھ سے زائد لوگ اب تک اپنی جانیں گنوا چکے ہیں۔ نوح میں کرفیو نافذ کردیا گیا، انٹرنیٹ بند کردیا گیا، یہ فساد کی آگ سوہنا، فرید آباد، پلول اور گروگرام میں زیادہ رنگ دکھا رہی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ شرپسندوں نے سیکٹر 57 میں واقع انجمن مسجد پر دھاوا بول دیا ہے۔ آدھی رات کو ہوئے اس حملے میں شرپسندوں کی گولیوں اور لاٹھی ڈنڈوں سے مسجد کے امام سمیت تین لوگ بری طرح زخمی ہوگئے۔ بعد میں مسجد کو بھی آگ لگادی گئی، ان تینوں زخمیوں کو ہاسپٹلائز کیا گیا جہاں مسجد کے نائب امام حافظ سعد کو مردہ قرار دے دیا گیا، جبکہ دنوں زخمی آئی سی یو میں ہیں خورشید کی حالت نازک ہے۔ 19 سالہ حافظ سعد چھ ماہ قبل ہی مسجد میں امامت کے فرائض کے لیے منتخب ہوئے تھے۔ وہ بہار کے سیتامڑھی کے رہنے والے تھے۔

وہیں منگل کی دوپہر گروگرام کے بادشاہ پور کی قدیمی جامع مسجد کو شرپسندوں نے گھیر لیا۔ اس کے بعد وہاں بڑی تعداد میں پولیس اہلکاروں کو تعینات کردیا گیا۔ شرپسند کسی طرح اس مسجد پر بھی حملہ کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ افسوس کی بات ہے کہ انتظامیہ ایسے شرپسندوں کے ساتھ سختی سے پیش نہیں آرہی ہے یہی وجہ ہے کہ شرپسندوں نے بادشاہ پور میں اقلیتی طبقہ کی دوکانوں پر حملہ کردیا۔ قریب دو سو شرپسندوں نے وہاں پہنچ کر آگ زنی بھی کی۔

گروگرام کے ڈپٹی کمشنر نشانت یادو کا کہنا ہے کہ فی الحال حالات قابو میں کرلیے گئے ہیں ہم فلیگ مارچ کررہے ہیں۔ سوہنا میں بھی کچھ دوکانوں میں توڑ پھوڑ کی گئی ہے۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ کئی اضلاع میں دو گروپ آمنے سامنے ہیں اور پتھر بازی و آگ زنی جاری ہے۔ اطلاع کے مطابق اب تک قریب سو گاڑیوں میں توڑ پھوڑ اور آگ لگائی گئی ہے۔ پلول کی ایک مسجد پر بھی شرپسندوں نے گزشتہ شب حملہ کرکے آگ لگادی۔ پولیس فورس وہاں تعینات کردی گئی ہے، لیکن حالات کشیدہ ہیں۔

مسجد کے سامنے رہنے والے بلدیوراج نے بتایا کہ رات کو 30-20 لوگ آئے تھے اور انھوں نے مسجد میں آگ لگادی۔ محلے کے لوگوں نے ہی آگ بجھائی۔ پریس کانفرنس میں کہا گیا کہ میوات کو ہندوؤں کا قبرستان نہیں بننے دیں گے۔ ان کا کہنا ہے کہ سامنے کے حالات کے بعد ایسا لگ رہا ہے کہ میوات منی پاکستان بن گیا ہے، یہ پریس کانفرنس وشو ہندو پریشد نے منعقد کی تھی۔

بات صرف یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ آئے دن مسلمانوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ آپ خود غور کریں کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس

والا معاملہ ہے، اب آپ دیکھیں سینٹر میں بی جے پی کی حکومت ہے اور ہریانہ بھی بی جے پی کے زیر اقتدار ہے۔ کہاں ہیں ریاست کے وزیر اعلیٰ منوہر لال کھٹر اور ریاستی وزیر داخلہ اور دیگر ارباب اقتدار، کچھ کچھ ہم بھی سمجھ رہے ہیں مقصد صرف آنے والا مرکزی الیکشن ہے۔ اقلیتوں کو ستاؤ، برباد کرو اور ان کی جانوں سے کھیلو، حکومت خاموشی اختیار کرے، مگر سچی بات یہ ہے کہ حکومت فساد کراتی بھی ہے اور ختم بھی کراتی ہے۔

جے پور سے ممبئی جاری ٹرین میں ایک انتہائی افسوس ناک حادثہ پیش آیا کہ آر پی ایف کے کانسٹیبل چیتن سنگھ نے اپنی اے کے 47 رائفل سے اپنے ایک سینیئر اور تین مسلمانوں کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنایا، اس قاتل نے ایک مسلمان کی لاش پر کھڑے ہو کر کہا، اگر ہندوستان میں رہنا ہے تو مودی جی اور یوگی جی کو ووٹ دینا ہوگا۔ ملک بھر میں اس کے خلاف احتجاج جاری ہے، اس کو پھانسی دینے کا پر زور مطالبہ کیا جا رہا ہے، مرنے والوں کی حکومتی سطح پر مدد کرنے کی مانگ کی جاری ہے۔ آپ ذرا سوچیں اب مودی میڈیا اور بی جے پی سے انعام یافتہ میڈیا کے افراد لیپا پوتی کرنے میں لگے ہیں کہ قاتل کا دماغی توازن درست نہیں تھا، سوال یہ ہے کہ اگر واقعی اس کا دماغی توازن درست نہیں تھا تو رائفل دے کر اسے ڈیوٹی پر کیوں رکھا گیا۔ اگر واقعی اس کا دماغ خراب تھا تو اس نے اندھا دھند گولیاں کیوں نہیں چلائیں، مختلف بوگیوں میں تلاش کر کے صرف داڑھی والے مسلمانوں ہی کو کیوں نشانہ بنایا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اسی کے دوسرے دن ایک اور داڑھی والے مسلمان کا پولیس والے نے سر پھاڑ دیا۔ ایک اور شہر میں چند مسلمانوں کو شر پسند دوڑا رہے ہیں، دوڑنے والوں میں ایک عالم بھی ہے۔

منی پور ہمارے ملک کا ایک صوبہ ہے وہاں بنیادی طور پر تین برادریوں کے لوگ بستے ہیں (1) میتئی (2) قبائلی گروہ کوکی (3) ناگا- کوکی اور ناگا سمیت دیگر قبائل کے افراد پہاڑی علاقوں میں رہتے ہیں، جبکہ میتئی کی اکثریت وادی میں رہتی ہے۔ میتئی برادری کے لوگ زیادہ تر ہندو ہیں جبکہ ناگا اور کوکی برادری کے لوگ بنیادی طور پر مسیحی [کرسچین] مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ میتئی منی پور کے 10 فیصد علاقے میں آباد ہیں جبکہ نوے فیصد میں ناگا، کوکی او دیگر قبائل کے لوگ بستے ہیں۔

میتئی آبادی والے زیادہ سیاسی اثر رکھتے ہیں، وہ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے ترقیاتی شعبوں میں ہیں۔ منی پور میں 60 ایم ایل اے ہیں جن میں چالیس میتئی کمیونٹی کے ہیں اور بیس ناگا اور کوکی قبائل سے ہیں۔ ان عہدوں کی وجہ سے منی پور ہائی کورٹ نے اپنے فیصلے میں کہا تھا ریاست کے اکثریتی قبیلے میتئی کو بھی شیڈیولڈ کاسٹ یعنی اقلیتی قبیلے میں شمار کیا جائے اور اسے بھی وہ مراعات دی جانی چاہئیں جو اقلیتی اور پسماندہ طبقات کو دی جاتی ہیں۔ انھیں ریاست کے بہت سارے علاقوں میں زمینیں خریدنے کی اجازت نہیں۔ یہ زیادہ تر شہروں اور دار الحکومت امپھال اور اس کے گرد و نواح میں رہنے کے مجاز ہیں۔ اس نے ہائی کورٹ امپھال میں عرضی داخل کی، ہائی کورٹ نے اپنی تجاویز مرکزی حکومت کو بھیجیں۔

اس کے بعد کوکی برادری کو تشویش لاحق ہوئی کہ یہ لوگ اگر پہاڑوں پر زمین خریدنا شروع کر دیں گے، نیز دیگر امور میں بھی میتوں کو اقلیتی درجہ مل گیا تو یہ دیگر میدانوں میں بھی ہم سے آگے نکل جائیں گے۔ وہاں پر اقلیتی برادریوں اور خصوصی طور پر کوکی برادری نے احتجاج کیا، اس احتجاج پر میتئی برادری وغیرہ نے حملے کیے اور ظلم و ستم، آگ زنی اور قتل و خونریزی کا نہ ختم کر ہونے والا سلسلہ جاری ہو گیا۔ یہ نسلی فساد 3 مئی 2023 کو شروع ہوا اور آج تک جاری ہے۔ اب تک ہندو بنام مسیحی فسادات میں سیکڑوں افراد ہلاک ہو چکے ہیں، سیکڑوں زخمی ہو چکے ہیں اور پچاس ہزار سے زائد افراد بے گھر ہو چکے ہیں اور منی پور کے امدادی کیمپوں میں رہنے کے لیے مجبور ہیں، دو سو سے زائد گرجا گھر، بیس سے زائد پولیس اسٹیشن اور کئی ہزار مکانات اور دو کانیں نذر آتش کی جا چکی ہیں، نجی اور سرکاری املاک آگ میں بھسم کر دی گئی ہیں۔

فساد زدہ منی پور سے جب 76 دنوں بعد ایک ہجوم کے سامنے کوکی برادری کے دو خواتین کے کپڑے اتار کر پریڈ کرانے اور ان پر جنسی تشدد کا دل دہلا دینے والی ایک ویڈیو منظر عام پر آئی، جس نے پورے ملک کے عوام و خواص اور سیاسی و سماجی حلقوں کو ہلا کر رکھ دیا، جس کی وجہ سے پورے ملک کا سر شرم سے جھک گیا۔ اس پر سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ نے منی پور تشدد پر تشویش اور برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ”کل شیئر کی گئی ویڈیوز سے ہم بہت پریشان ہیں۔ ہم اپنی گہری تشویش کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ وقت ہے کہ حکومت قدم اٹھائے اور کارروائی کرے۔ یہ نا قابل قبول ہے“۔

ملک بھر کے 550 سے زیادہ سول سوسائٹی کے باوقار لوگوں نے اجتماعی طور پر ایک بیان جاری کیا تھا۔ بیان میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ ”مرکز اور ریاست منی پور میں بی جے پی اور اس کی حکومتوں کی طرف سے کھیلی گئی تقسیم کی سیاست کے سبب آج منی پور بری طرح جل رہا ہے۔ ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس جاری خانہ جنگی کو روکیں، اس سے پہلے کہ مزید جانیں ضائع ہوں۔“ بیان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ریاست نے اپنے سیاسی فائدے کے لیے دونوں برادریوں کے اتحادی ہونے کا ڈرامہ کیا، لیکن موجودہ بحران کے حل کے لیے اور بات چیت کی سہولت فراہم کرنے کے لیے کوئی کوشش نہیں کی گئی، بلکہ ان کے درمیان تاریخی کشیدگی کو مزید بڑھا دیا گیا۔

منی پور کی پولیس نے اس وائرل ویڈیو کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہ واقعہ چار مئی کو ضلع تھوبل میں پیش آیا تھا جس پر نامعلوم افراد کے خلاف اغوا، گینگ ریپ اور قتل کا مقدمہ درج کیا گیا ہے۔

ویڈیو سامنے آنے تک اس سلسلے میں پولیس نے ملزمان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی تھی، لیکن اب حکام کا کہنا ہے کہ چار افراد کو اس سلسلے میں گرفتار کیا گیا ہے۔ اخبار انڈین ایکسپریس کے مطابق چار مئی کو تھوبل میں کوکی زومی برادری کی خواتین کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ تاہم جنسی ہراسانی کا مقدمہ 18 مئی کو ضلع کانگپوکپی میں درج کیا گیا۔ اس کے بعد متعلقہ پولیس اسٹیشن کو کیس بھیج دیا گیا۔ ویڈیو میں ایک خاتون کی عمر 20 برس جبکہ دوسری کی 40 برس بتائی گئی ہے۔

ان خواتین نے پولیس کو دیے بیان میں کہا کہ ویڈیو میں صرف دو خواتین نظر آ رہی ہیں جبکہ وہاں موجود جتھے نے 50 سال کی ایک خاتون کے بھی کپڑے اتارے تھے۔ ایف آئی آر میں درج ہے کہ ایک نوجوان خاتون کو دن کی روشنی میں گینگ ریپ کیا گیا۔

متاثرین نے کہا کہ تین مئی کو تھوبل میں ان کے گاؤں میں جدید ہتھیاروں سے لیس 800 سے 1000 افراد نے حملہ کیا جو وہاں گولیاں برسانے اور لوٹ مار کرنے لگے۔ ان حالات میں ایک نوجوان اور دو معمر خواتین اپنے والد اور بھائی کے ہمراہ جنگل کی طرف بھاگیں۔

شکایت کے مطابق پولیس نے انھیں بچا لیا۔ جب پولیس انھیں تھانے لے جا رہی تھی تو تھانے سے دو کلومیٹر دور ایک جتھے نے ان خواتین کو اغوا کیا اور کپڑے اتارنے پر مجبور کیا۔

ایف آئی آر کے مطابق مظاہرین نے ان خواتین کو پولیس کی تحویل سے لیا جس کے بعد نوجوان خاتون کے والد کو موقع پر قتل کر دیا گیا۔ ایف آئی آر کے مطابق ایک جتھے نے تین خواتین کو مظاہرین کے سامنے بغیر کپڑوں کے چلنے پر مجبور کیا جبکہ نوجوان خاتون کو ہجوم کے سامنے گینگ ریپ کیا گیا۔ ان کے بھائی نے انھیں جتھے سے بچانے کی کوشش کی مگر اسے بھی قتل کر دیا گیا۔

اب ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیے کہ دونوں صوبوں میں بی جے پی براجمان ہے، مرکزی حکومت ان کی سرپرستی کر رہی ہے، آسام میں بھی یہی سب کچھ ہو رہا ہے۔ دردناک سوال یہ ہے کہ کسی بھی مقام پر فساد ہوتے نہیں کرائے جاتے ہیں۔ اگر حکومت چاہے تو چند گھنٹوں میں فساد ختم ہو جائے۔ اب آپ دیکھیں کہ ہریانہ اور میوات علاقوں میں جان و مال کا نقصان ہوا اور ملک کے دیگر علاقوں میں مسلسل ہوتا رہتا ہے۔ جب بعد میں گرفتاریاں ہوتی ہیں تو مظلوموں کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھیج دیا جاتا ہے، انھی پر سختیاں کی جاتی ہیں اور ان ہی پر جرمانے عائد کیے جاتے ہیں۔ جبکہ اصل فسادی کھلے گھوم رہے ہوتے ہیں۔

یہ مسئلہ صرف ہریانہ، دہلی، آسام اور اتر پردیش کا نہیں تقریبًا ہر جگہ کا ہے۔ اب پوزیشن یہ ہے کہ مسلمان ہزاروں کی تعداد میں محفوظ مقامات کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اب آپ منی پور اور اس کی راج دھانی امپھال ہی کو دیکھ لیجیے، وہاں مسلمانوں کا مسئلہ نہیں بلکہ ہندو اور کرشچین کا تصادم ہے مگر بہر حال انسانیت دشمنی ہے، عورت کا تعلق کسی بھی برادری اور کسی بھی مذہب سے ہو اس کا تحفظ ہم سب کی ذمہ داری ہے، شرم و حیا کسی نہ کسی درجے کی سب میں ہوتی ہے۔ ہریانہ میں غیر ملکی کہہ کر یا گورنمنٹ کی زمینوں پر بتا کر غریبوں کی 250 سے زائد جھگیاں توڑ دی گئیں اور مقامی لوگوں کی پکی عمارتیں اور دوکانیں بھی زمین بوس کی جا رہی ہیں۔ ان تمام فسادات کا مقصد 2024ء کے مرکزی الیکشن ہیں۔ غریبوں اور بی جے پی فکر کے مخالفین کو ستاؤ اور ہندو اکثریتی طبقات کو اپنی جانب متوجہ کرو۔ ◘

تفہیم قرآن

تیسری قسط

علمِ الٰہی

قرآنی آیات کی روشنی میں

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

3- اللہ آسمان وزمین میں چھپی چیزوں کو جانتا ہے۔

اللہ علیم وخبیر ہے، آسمان فضل سے برسنے والی بارشیں، زمین میں چھپ جانے والی نعمتیں، زمین سے دوبارہ اگنے والی سبزیاں اور فضاؤں میں پھیلنے والی آوازیں اور آسمانوں کا سینہ چیر کر باب اجابت تک پہنچنے والی دعائیں ہر چیز اللہ کے علم میں ہے، فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۱﴾ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَ هُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَ لَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ [سورۂ سبا: 1-3]

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو ان تمام چیزوں کا مالک ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور آخرت میں حمد اسی کے لیے ہے، اور وہی حکمت والا اور خبر دار ہے، جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے، اور جو چیز زمین سے نکلتی ہے، اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو آسمان میں بلند ہوتی سب اسے معلوم ہے، اور وہی مہربان ہے، بخشش فرمانے والا ہے، اور کافروں نے کہا: ہم پر قیامت نہیں آئے گی، کہہ دو، کیوں نہیں، غیب کو جاننے والے میرے رب کی قسم! تم پر ضرور قیامت آئے گی، آسمان وزمین کی ذرہ برابر کوئی بھی چیز اس سے مخفی نہیں، اور اس ذرے سے چھوٹی اور بڑی ہر چیز روشن کتاب میں محفوظ ہے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جسے ہر چیز کا علم ہے، جس کے حکم پر آسمان سے بارش برستی ہے، بادل گرجتے ہیں، بجلیاں چمکتی ہیں، بارش کا لطف سب لیتے ہیں، لیکن بارش کی حقیقت کو بس اللہ جانتا ہے، اللہ کو معلوم ہے کہ بارش ہوتی ہے تو کتنے قطرات برستے ہیں، کس خطے پر کتنے قطرات گرتے ہیں، کتنے قطرے درختوں اور پودوں پر رہ جاتے ہیں، کتنے دریا، تالاب اور ندیوں میں بہہ جاتے ہیں، کتنے جانوروں کے پیٹ میں چلے جاتے ہیں اور کتنے زمین میں جذب ہوجاتے ہیں۔ فرمایا:

یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ۔ جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اسے وہ جانتا ہے۔

اللہ کو معلوم ہے کہ زمین سے کتنے درخت اور سبزے اگتے ہیں، کتنے جواہر اور معدنیات برآمد ہوتے ہیں، کتنے کنویں اور چشمے ابلتے ہیں اور ہر ایک کی مقدار کیا ہوتی ہے، فرمایا:

وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا۔ اور جو چیز زمین سے نکلتی ہے اسے وہ جانتا ہے۔

اللہ کے حکم سے فرشتے اترتے ہیں، وحی کا نزول ہوتا ہے، آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل ہوتے ہیں، اس کی حقیقت کوئی نہیں جانتا، لیکن اللہ کو معلوم ہے کہ فرشتے کب اترتے ہیں، کیسے اترتے ہیں، کہاں اترتے ہیں، اور کتنی تعداد میں اترتے ہیں، اور اہل زمین کے لیے اللہ کا کیا پیغام لاتے ہیں، فرمایا:

وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ۔ جو آسمان سے اترتا ہے اللہ اسے جانتا ہے۔

بندے اپنے رب سے لو لگاتے ہیں، کبھی مجمع عام میں اور کبھی گوشہ گمنامی میں، کبھی دن کے اجالوں میں اور کبھی رات کی تاریکیوں میں، دنیا کی مختلف زبانوں میں جداگانہ کیفیات کے ساتھ اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ سب کی فریاد سنتا ہے، اور سب کی مرادیں پوری فرمادیتا ہے، فرمایا:

وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَا۔ اور جو آسمان میں بلند ہوتا اللہ اسے جانتا ہے۔

ان سب کے بعد فرمایا: وَ هُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ۔ وہی رحم فرمانے والا اور بخشش فرمانے والا ہے۔

یعنی یہ سب کچھ اس کے رحم وکرم کی بدولت ہے، اگر اس کا کرم شامل حال نہ ہو، اور وہ ہمارے گناہوں پر عفو درگزر نہ فرمائے تو پھر ہمیشہ کی محرومی اور نامرادی ہمارا مقدر بن جائے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ وَ هُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ [سورۂ حدید:4-6]

اللہ وہی ہے جس نے چھ دنوں میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی، پھر عرش پر استوا فرمایا، جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے، اور جو چیز زمین سے نکلتی ہے، اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو آسمان میں بلند ہوتی سب اسے معلوم ہے، تم کہیں بھی رہو وہ (اپنے علم و قدرت کے ساتھ) تمھارے ساتھ ہے، اور اللہ تمھارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لیے ہے، اور سارے امور اسی کی طرف راجع ہوں گے۔ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے، اور وہ دلوں کے احوال سے باخبر ہے۔

اس آیت میں بھی وہی حقائق بیان فرمائے جو گزشتہ آیت میں بیان ہوئے، ان کے ساتھ مزید یہ بھی فرمایا کہ تم کہیں بھی رہو اللہ اپنی قدرت واختیار کے ساتھ تمھارے ساتھ ہے، وہ تمھارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ تمھارے ذہن میں ابھرنے والے شبہات، تمھارے دل پر گزرنے والے خطرات، تمھیں رب سے غافل کردینے والی خواہشات، اور تمھیں برباد کرنے والے ہر قسم کے شیطانی وسوسے، اس کے علم میں ہیں، اور وہ یہ بھی دیکھ رہا ہے کہ تم اپنے رب حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہو، یا نفس وشیطان کے اسیر بن جاتے ہو۔ لہٰذا اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے اجتناب کو لازم پکڑلو۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ۔ [سورۂ لقمان:16]

بیٹے! اگر رائی کے دانے کے برابر کوئی نیکی ہو، وہ کسی چٹان کے اندر چھپی ہو، یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اللہ اسے حاضر کردے گا، بے شک اللہ باریک بیں اور خبردار ہے۔

قرآن کریم نے اس حقیقت کو جابجا ذکر فرمایا کہ آسمان وزمین کی کوئی بھی شی اللہ سے مخفی نہیں، مثلاً ایک مقام پر فرمایا:

وَ مَا مِنْ غَآىِٕبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ [سورۂ نمل:75]

اس نے آسمان وزمین کی ہر پوشیدہ چیز کو ایک واضح کتاب میں لکھ دیا ہے۔

یعنی آسمان وزمین کی کوئی بھی شی اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے، اسے معلوم ہے کہ طبق در طبق آسمانوں میں کیا ہے، آسمان اول میں کتنے ستارے ہیں، ہر ستارے کی عمر کتنی ہے، بادلوں میں کتنا پانی ہے، کب کتنا پانی برستا ہے، زمین پر کتنے ذرات ہیں، درختوں پر کتنے پتے ہیں، سمندروں میں کتنے لیٹر پانی ہے، پہاڑوں کا وزن کتنا ہے، جانوروں کے بدن پر کتنے بال ہیں، تمام بالوں کی مجموعی تعداد کیا ہے، انسان دن بھر میں کتنی دفعہ سانس لیتا ہے، اور سارے انسانوں کے سانسوں کی مجموعی تعداد کتنی ہے، دودھ میں ملا ہوا پانی، گھی میں ملا ہوا تیل، شہد میں ملا ہوا شیرہ، اور سونے میں ملی ہوئی دھات وہ جانتا ہے، یہ تو بہت بڑی چیزیں ہیں، ہم اپنے حال پر غور کرلیں تو خوش گوار حیرت ہوگی کہ کھانے والے کھالیتے ہیں، اور پینے والے پی لیتے ہیں، لیکن انھیں خود معلوم نہیں ہوتا کہ ایک لقمے میں کتنے دانے ہوتے ہیں، اور ایک گلاس پانی میں کتنے قطرے بنتے ہیں، اور ایسی باتیں جاننا کسی کے بس کی بات بھی نہیں، بس ایک اللہ ہی ہے جس کے پاس ذرے ذرے کا حساب ہے، اور ہر چیز کا یقینی اور تفصیلی علم ہے، کیوں کہ وہی سب کا خالق ومالک ہے۔ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ۔ [سورۂ آل عمران:5]

بے شک آسمان وزمین کی کوئی بھی شی اللہ سے مخفی نہیں ہے۔

------------(جاری)

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

تعمیرات کے لیے کیا گیا چندہ کہاں کہاں استعمال ہو سکتا ہے

سوال: مفتی صاحب کی بارگاہ میں عرض یہ ہے کی جب کسی مسجد یا مدرسہ کی تعمیرات کا سلسلہ ہوتا ہے تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ تعمیرات کے مٹیریل کی حفاظت کے خاطر ایک چھوٹا سا روم بنانا پڑتا ہے ٹین شیڈ وغیرہ کا تو ایسی صورت میں تعمیرات کے مد میں جمع کی ہوئی رقم یہاں استعمال کی جاسکتا ہے ؟ اسی طرح سے بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعمیراتی مٹیریل کی حفاظت کی خاطر کسی بندے کو اجیر رکھا جاتا ہے جو کہ تعمیرات کے سامان کی حفاظت کرتا ہے اور سامان لانے میں بھی مدد کرتا ہے تو کیا اس اجیر بندے کی تنخواہ بھی تعمیرات کے مد میں جمع کی ہوئی رقم سے دی جاسکتی ہے ؟ نیز بسا اوقات کچھ قانونی معاملات کے پیش نظر مثلاً کنٹرکشن پرمیشن لینا ہے وہاں بھی رقم کی حاجت ہوتی ہے تو تعمیرات کے مد میں جو رقم جمع ہوئی ہے کیا وہ رقم یہاں صرف کی جاسکتی ہے ؟ الغرض تعمیراتی کام سے متعلق جو بھی مسائل پیش آتے ہیں تو تعمیرات کے مد میں جمع کی ہوئی رقم سے وہ کام کیے جاسکتے ہیں یا نہیں برائے کرم رہنمائی فرمائیں۔

الجواب: مٹیریل رکھنے کے لیے گودام، محافظ، کنٹرکشن پرمیشن کے اخراجات تعمیرات فنڈ سے حسب حاجت لینا جائز ہے۔ رشوت اس سے نہ دیں اور اسراف سے بھی بچیں۔

عام تعمیرات کی طرح مسجد و مدرسہ کی تعمیرات کے لیے بھی مٹیریل ضروری ہیں تو ان کی ذخیرہ اندوزی کے لیے کوئی کوٹھری وغیرہ چاہیے اور حفاظت کے لیے کوئی محافظ آدمی بھی چاہیے۔ کام بڑا ہوتا ہے تو ان سب کی ضرورت پیش آتی ہے اور یہ سب تعمیرات ہی کے حصہ ہوتے ہیں جیسے مکان بنانے کے لیے مستری، مزدور، انجینیر یہاں تک کہ بانس، بلّی وغیرہ کی بھی ضرورت پیش آتی ہے اور یہ تمام اشیا تعمیرات کے لیے ناگزیر سمجھی جاتی ہیں تو یہ سب تعمیرات کے ہی براہ راست یا بالواسطہ حصہ ہیں تو ان سب کے لیے احتیاط کے ساتھ مناسب اخراجات کی اجازت ہے۔ اسراف تو کبھی بھی نہیں چاہیے کہ یہ ممنوع ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے:

القاعِدةُ الرّابِعَةُ: التّابِعُ تابِعٌ
تَدْخُلُ فِيها قَواعِدُ:
الأُولى: أنَّهُ لا يُفْرَدُ بِالحُكْمِ
ومِن فُرُوعِها الحَمْلُ يَدْخُلُ فِي بَيْعِ الأُمِّ تَبَعًا، ولا يُفْرَدُ بِالبَيْعِ، والهِبَةُ كالبَيْعِ.
ومِنها الشُّرْبُ، والطَّرِيقُ يَدْخُلانِ فِي بَيْعِ الأرْضِ تَبَعًا، ولا يُفْرَدانِ بِالبَيْعِ عَلى الأظْهَرِ،
ومِنها لا كَفّارَةَ فِي قَتْلِ الحَمْلِ۔ (الاشباہ والنظائر)

قانونی معاملات کے پیش نظر "کنٹرکشن پرمیشن" لینا ضروری ہو تو اس کے اخراجات بھی تعمیرات کے فنڈ سے لینا جائز ہے کہ یہ بھی تعمیر کے ضروریات سے ہے۔ ہاں اس کے لیے رشوت دینی پڑے تو اس کا انتظام الگ سے چاہیے تعمیرات فنڈ سے رشوت ہرگز نہ دی جائے کہ چندہ دینے والوں کا مقصد مسجد و مدرسہ کی تعمیر کا ثواب حاصل کرنا ہوتا ہے اور رشوت تو دراصل ناجائز ہے گو کسی مجبوری کی وجہ سے دینے والے کے حق میں مباح ہو۔

ارشاد باری ہے:

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ
(القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ:9، الآیۃ:18)

اور ارشاد رسالت ہے:

الراشی و المرتشی فی النار. واللہ تعالیٰ اعلم.

کیا مسجد نبوی کا چبوترہ خارج مسجد ہے

مسجد نبوی کا چبوترہ جہاں اہل صفہ رہتے تھے وہ خارج مسجد ہے۔ کیا آج بھی مسجد نبوی کا وہ حصہ خارج ہے ؟ حضرت، مسجد کا صحن

اور فنا اور چبوترہ، ان چیزوں کو کیسے پہچانا جائے؟ اس مسئلہ میں بہت تشویش ہو رہی ہے؟

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ہاں مسجد نبوی کا چبوترہ آج بھی خارج مسجد ہے، اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ تمامیت مسجد کے وقت جو زمین خارج مسجد ہوتی ہے وہ بعد میں بھی خارج مسجد رہتی ہے۔ مسجد نبوی شریف کا یہ چبوترہ محتاج صحابہ کی رہائش اور تعلیم و تربیت کے لیے تھا، نماز کے لیے مخصوص نہیں تھا اور بعد میں اسے اسی حال پر باقی رکھا گیا لہذا وہ آج بھی خارج مسجد ہے اس بارے میں فتاوی رضویہ جلد دوم باب الاذان والا قامۃ میں فتوی اور فقہی جزئیہ موجود ہے مزید اطمینان قلب کے لیے اسے دیکھ لو۔ واللہ تعالی اعلم۔

(2) تمھارے سوال میں خارج مسجد سے مراد "فنائے مسجد" ہے اور فنائے مسجد زمین کا وہ حصہ ہے جو حرم مسجد سے متّصل نمازیوں کی ضرورت کے لیے چھوڑی گئی ہو جیسے وضوخانہ، غسل خانہ، استنجا خانہ، جوتے چپل اتارنے کی جگہ اذان دینے کی جگہ وغیرہ۔ اس سے سمجھ سکتے ہو کہ مسجد کیا ہے اور فنائے مسجد کیا ہے۔ مسجد دراصل وہ جگہ ہے جو نماز کے لیے مخصوص ہو موضعٌ أُعِدَّ لِلصَّلاۃ. تو جو جگہ نماز کے لیے مخصوص ہو وہ مسجد ہے اور جو جگہ نماز اور نماز کی ضرورتوں کے لیے ہو وہ فنائے مسجد ہے۔ فنائے مسجد ایک حیثیت سے جزو مسجد ہے کہ وہ بھی وقفی ہوتی ہے اور ایک حیثیت سے خارج مسجد ہے۔ جزو مسجد ہے لہذا وہاں تجارت کا کوئی کام نہیں ہو سکتا خارج مسجد ہے اس لیے وہاں وضو وغیرہ کیا جا سکتا ہے اور جو جگہ حدود مسجد سے باہر ہے وہ مکمل خارج مسجد ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

عدت میں گھر سے باہر نکلنے کا حکم

حضرت مفتی نظام الدین صاحب قبلہ، السلام علیکم

میرا نام ڈاکٹر وقار اعظمی ہے اور میں حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب قبلہ کا بیٹا ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ میرے پاس ایک سوال آیا ہے اور میں آپ کی رائے چاہوں گا۔ اگر کوئی عورت لندن میں عدت میں رہتی ہے لیکن ان کی والدہ پاکستان میں بہت بیمار ہیں اور ان کی طبیعت خراب ہے تو کیا وہ ان سے ملنے کے لیے سفر کر سکتی ہے؟

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عدت کا حکم قرآن مقدس میں یہ ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ.

(سورۃ الطلاق، آیت:1)

"نہ ان عورتوں کو ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔"

صبر کی گھڑی ہے جس پر اجر عظیم کی بشارت ہے، وہ عورت صبر کرے اور دعاے خیر میں مشغول رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد کا سیونگ اکاؤنٹ کھلوانا اور اس کا انٹریسٹ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

حضرت مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں عرض یہ ہے کہ:

اراکین مسجد، مسجد کی رقم رکھنے کے لیے مسجد کا ایک بینک میں سیونگ اکاؤنٹ کھولنا چاہتے ہیں، سیونگ اس لیے کھلوا رہے ہیں کہ مسجد کا فائدہ ہو، جب کہ کرنٹ اکاؤنٹ میں زائد رقم نہیں ملتی۔

(1) مسجد کا سیونگ اکاؤنٹ کھلوانا کیسا ہے؟

(2) اس پر جو زائد رقم بینک دے گا اس کو مسجد کے کس کس کام میں صرف کر سکتے ہیں کس میں نہیں؟

(3) نہیں خرچ کرنے کی صورت میں اس کا کیا کیا جائے؟

الجواب: (1) مسجد کی رقم رکھنے کے لیے حکومت کے کسی بینک میں مسجد کے نام سے سیونگ بینک اکاؤنٹ یا بچت کھاتا کھولنا جائز ہے کہ اس سے مال کا تحفظ ہوگا اور بینک اس پر کچھ زائد رقم بھی دے گا ساری دنیا اس طرح کے کھاتے کھولتی اور اپنے مال کا تحفظ کرتی اور کچھ نفع یاب ہوتی ہے، مسجد بھی کر سکتی ہے جو مفید کام سب کے لیے جائز ہے وہ مسجد کے لیے بھی جائز ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(2) بینک کے ذریعے جمع شدہ رقم پر جو زائد مال ملے گا اسے حرم مسجد کے سوا ہر کام میں استعمال کر سکتے ہیں اور حرم مسجد میں استعمال کرنا بھی حرام نہیں بلکہ خلاف اولی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(3) فی الحال خرچ کی کوئی حاجت نہ ہو تو اسے محفوظ رکھیں اور جب حاجت پیش آئے تو اسے استعمال میں لائیں یہ واضح رہے کہ یہ مال پاک و مباح مال ہے جو حکومت کی مرضی سے اس کے دستور کے مطابق ملتا ہے اس میں مسلمان کی طرف سے کوئی غدر یا فریب بھی نہیں اس لیے اس کا استعمال جائز ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

-٭-٭-٭-٭-

فکر امروز

وطن کے سینے پہ خونِ ناحق کی یہ گہری لکیریں

محمد علم اللہ، نئی دہلی

مہابھارت میں ایک کہانی آتی ہے۔راجا پریکشت کو تکشک ناگ نے کاٹ لیا اور راجا کا انتقال ہو گیا۔ پریکشت کا بیٹا راجا جنمے جے نے زمین سے ناگوں کو ختم کرنے کے لیے یگیہ کیا۔ ناگ یگیہ کی آہوتی میں زمین کے ہزاروں ناگ بھسم ہو گئے، جو اصلی مجرم ناگ تھا، وہ دیوراج اندر کے سنگھاسن کے نیچے چھپا ہوا تھا اور زمین کے بے قصور ناگ جن میں کئی زہریلے بھی نہیں تھے، یگیہ میں بھسم ہو رہے تھے۔ اس کے بعد کئی داؤ پیچ کھیل کر ناگ یگیہ درمیان ہی میں روک دیا گیا۔ نتیجتاً تکشک ناگ کو بچا لیا گیا، اسی طرح ہمارے ملک میں بھی فسادات میں ڈسنے والے تکشک ناگ کو بچا لیا جاتا ہے۔ زہر اور دانتوں سے عاری ناگ مارے جاتے ہیں۔

جب تک فرقہ پرستی کے تکشک کو تحفظ ملتا رہے گا تب تک ہندوستان سے فرقہ وارانہ فسادات، انتہا پسندی، دہشت گردی اور علیحدگی پسندی بھی ختم نہیں ہوگی۔ اس میں ہر بار ہزاروں لاکھوں لوگ بھینٹ چڑھتے جائیں گے اور ملک کا یہ سنگین مسئلہ روز بہ روز بدتر ہوتا جائے گا۔

جے پور سے ممبئی جا رہی ٹرین میں ایک جنونی پولیس اہلکار کا تین نہتے مسلمانوں کو بلا اشتعال اور بلا جواز شہید کرنا، مقتول کی لاش پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنا ملک کی فرقہ وارانہ تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہی نہیں بلکہ عوام سے لے کر حکومتی اداروں، نیم فوجی اداروں یا خود فوج میں سرایت کرنے والے مسلم منافرت کے کینسر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی ویڈیو میں تینتیس سالہ جنونی سی آر پی جوان چیتن سنگھ کو لاش پر کھڑے کہتے سنا اور دیکھا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کو ہندوستان میں رہنا ہے تو مودی اور یوگی کو ووٹ دینا ہوگا۔

اس افسوس ناک خبر کے غم سے ملت ابھی نکل بھی نہ پائی تھی کہ میوات کے ضلع نوح سے فسادات کی خبریں آنی شروع ہو گئیں اور دیر گئے رات دہلی سے متصل ریاست ہریانہ کے گڑگاؤں میں گروگرام کی انجمن مسجد سیکٹر 57 کے امام، حافظ سعد کو ہندو انتہا پسندوں نے مسجد پر دھاوا بول کر شہید کر دیا، اور عبادت خانے کو بھی آگ لگا دیا۔ جاں بحق ہونے والے نوجوان امام، حافظ سعید کا تعلق صوبہ بہار کے غریب گھرانے سے تھا اور وہ تین بہنوں سمیت گھر کا واحد سہارا تھے۔ ان کی ہمشیرہ کے بقول رات ساڑھے گیارہ بجے حافظ صاحب نے فون پر بتایا کہ لائٹ کاٹ دی گئی ہے اور مسجد کے باہر واچ مین سمیت پولیس کا دستہ پہرے پر تعینات ہے۔ لیکن رات بارہ بجے دو سو کے قریب حملہ آور مسجد میں داخل ہوئے اور حافظ سعد اور ان کے دو ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔

ٹھیک اس سے چند دن قبل 25 جولائی کو، آسام کے موریگاؤں ضلع میں، صدام حسین اور پانچ مسلم دوستوں پر ایک ہندو ہجوم نے اس وقت حملہ کیا جب وہ کھیلوں کے ایک پروگرام سے واپس آ رہے تھے اور بارش سے بچنے کے لیے ٹین کی کسی چھپر کے نیچے کھڑے بارش رکنے یا کم ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ ہجوم نے ان پر گائے چوری کرنے کا الزام لگایا، لیکن متاثرین نے اس سے انکار کیا۔ صدام کو پیٹ پیٹ کر قتل کر دیا گیا، اور دو دیگر زخمی ہوئے۔ پولیس پہنچی لیکن اگلی صبح تک انہیں بچانے میں ناکام رہی۔

ان سب واقعات کی ویڈیو کلپس دیکھ کر یا ان کی تفصیلات پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہندوستان میں قانون نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی۔ منی پور سے لے کر ہریانہ تک ہر جگہ دہشت گردوں کا راج ہے اور وہ جیسا چاہ رہے ہیں، کر رہے ہیں۔ کوئی انھیں روکنے ٹوکنے یا پوچھنے والا نہیں ہے۔ شاید ایسا اس لیے ہو رہا ہے کہ سماج کی توجہ اصل مسئلوں سے ہٹانے کا یہ سب سے آسان ذریعہ ہے۔ ایسا کرنے سے عوام الگ الگ خیموں میں بٹ جاتے ہیں اور ان کی پوری توجہ اپنے فرقے کے مفاد کی جانب مبذول ہو جاتی ہے۔ مذہب کے نام پر سڑکوں پر تانڈو ڈانس کرتے ہندوتوا کی افیم کے نشے میں ان نوجوانوں

mohd1909998@st.jmi.ac.in

کے پاس روزگار یا تعلیم کے مواقع اور مستقبل کے ارمان ہوتے تو بی جے پی جیسی فسطائی جماعت صوبائی اور مرکزی حکومتوں پر قابض نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ بھی کیسا بے رحم مذاق ہے کہ اس حوالے سے بی جے پی دعویٰ کرتی ہے کہ اس کے اقتدار میں آنے کے بعد فرقہ وارانہ فسادات میں کمی آئی ہے، میڈیا کے ذریعہ وقتاً فوقتاً اس کا پروپیگنڈا بھی کیا جاتا ہے لیکن مستقل اس قسم کے واقعات اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ حکومت اپنی بات میں کتنی سچی ہے۔

مسلمان ان نفرت انگیز حملوں کا اصل ہدف بنے ہوئے ہیں لیکن کچھ حد تک عیسائی بھی اس نفرت کا نشانہ بنتے ہیں سکھوں، دلتوں اور آدیواسیوں کو بھی مختلف وجوہ کی بنا پر تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ انتہائی کم تعداد میں ہونے کے باوجود، باہم متحد ہونے نیز اپنی جرات مندی کے سبب جہاں سکھوں کو اس طرح کے واقعات کا کم سامنا کرنا پڑتا ہے یا یہ کہا جائے کہ سکھوں پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے شرپسندوں کو سکھوں کے جذبہ مدافعت اور مزاحمت سمیت بہت سے پہلوؤں کے بارے میں سوچنا پڑتا ہے، وہیں سب سے بڑی اقلیت ہونے کے باوجود مسلمان اپنے داخلی انتشار اور فرقہ بندی کے سبب ان کے لیے لقمہ تر ثابت ہوتے ہیں۔

یہ واقعات یا تو متاثرین کے لیے باعث تشویش ہوتے ہیں یا پھر چند حساس اور انصاف پسند شہریوں کو تشویش میں مبتلا کرتے ہیں۔ ہندوستان کی عام اکثریت کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ایک تحقیق کے مطابق نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو آف انڈیا کے بموجب، سال 2014 اور 2019 کے درمیان، ہندوستان نے ہر سال اوسطاً 82,406 فسادات دیکھے۔ اس عرصے میں فسادات کی کل تعداد 494,438 تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی بدامنی کو روکنے اور ان کو کم کرنے کے لیے خاطر خواہ اقدامات کو مؤثر طریقے سے نافذ نہیں کیا گیا۔ فسادات کے واقعات پر قابو پانے میں حکومت کی یہ ناکامیاں اور غیر مستحکم حالات ملک کے بارے میں تشویش پیدا کرتے ہیں۔

ملک کی سبھی سیاسی پارٹیاں ذاتی فرقہ واریت کی آگ کو مزید بھڑکانے میں گھی کا کام کر رہی ہیں۔ اس لیے سماج ترقی کے راستے پر گامزن نہیں ہو پا رہا ہے۔ چالاک و مکار سیاستداں عوام کی ذہنی حالت کو پرسکون کرنے کی غرض سے ہمیشہ کمیٹی بٹھاتے ہیں، کمیشن کی تشکیل کرتے ہیں۔ ان کمیشنوں اور کمیٹیوں کی تشکیل مجرمین کو سزا دینے کے مقصد سے نہیں، بلکہ عوامی غم و غصے یا تھوڑی بہت بین الاقوامی سطح پر ظاہر کی گئی وقتی تشویش کو فوراً ٹھنڈا کر کے حقیر سیاسی مفادات کی غرض کو پورا کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔ اس لیے ہمارے ملک میں اب تک ایسی کوئی مثال نہیں ہے، جس سے کسی بھی سنگین جرم کے لیے تشکیل کردہ کمیٹی یا کمیشن کی سفارش پر مجرمین کے خلاف قانونی کارروائی کی گئی ہو۔ اس سے کمیٹیوں اور کمیشنوں پر قومی سرمایہ بھی خرچ ہوتا ہے اور کوئی خاطر خواہ فائدہ بھی نہیں ہوتا۔ اس کے پس پشت ایک اہم اور بنیادی سبب یہ ہے کہ کوئی سنگین جرم، خواہ وہ سیاسی، سماجی، فرقہ وارانہ، اخلاقی رذائل یا بدعنوانی سے متعلق ہو، اسے سیاسی پشت پناہی ضرور حاصل ہوتی ہے۔ اوپر سے مضبوط ہاتھ ہونے کے سبب عوام کی زبردست آواز بھی دب جاتی ہے۔ اس کو دبانے میں کمیشن اور کمیٹیاں معاون کردار ادا کرتی ہیں۔ نتیجتاً مجرمین شہ پاکر آزاد گھومتے ہیں اور اگلی کارروائی کا پختہ منصوبہ بنانے میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کے سرپرست متاثرین کے آنسو پونچھتے ہوئے اپنے گھڑیالی آنسو بہاتے ہیں۔ یعنی سرپرستی پانے والے لوگ آنسو نکلواتے ہیں اور سرپرستی کرنے والے آنسو پونچھتے ہیں۔ دونوں کی سرگرمیاں آنسوؤں پر مرکوز ہوتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ فسادات و جرائم کا لامتناہی سلسلہ کسی چکی کی طرح مستقل چلتا رہتا ہے۔ ان کی یہ تیز و تند روانی کب رکے گی؟ یہ سوال ہنوز برقرار ہے۔ کیوں کہ جب محافظ ہی حملہ آور بن جاتا ہے تب محافظ اور حملہ آور کی صحیح پہچان نہیں ہو پاتی۔ ان ہی عوامل کے سبب مجرمانہ فطرت والے سزا پانے سے محفوظ رہتے ہیں۔ عدلیہ متاثر ہو جاتی ہے، عاملہ بدعنوان اور مقننہ خود غرض و موقع پرست ہو جاتی ہے۔ ملک و سماج بے سمتی کا شکار ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً جرائم میں اضافہ ہونے لگتا ہے، فسادات برپا ہونے لگتے ہیں اور بدعنوانی پنپنے لگتی ہے۔ ہر طرف افراتفری اور بدحواسی پھیل جاتی ہے، فی الحال ہمارا ملک ان ہی واقعات سے گزر رہا ہے۔ اس صورت میں فساد کا اختتام ہوتا کہیں بھی نظر نہیں آتا اور ملک مستقبل گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے۔

(باقی ص:31 پر)

شعاعیں

جادۂ اعتدال سے ہٹتے مذہبی القابات

ایک لمحۂ فکریہ

خلیل احمد فیضانی

اعتدال اس امت کے لیے عطیہ ایزدی ہے۔ میانہ روی اور وسطیت اس کی شناخت ہے، مگر کچھ لوگوں کو اس قدرتی شناخت سے روگرداں ہونے کی لاعلاج بیماری لاحق ہوتی ہے۔ ہر موڑ پر ایسے لوگ کہیں نہ کہیں سے افراط و تفریط کے دام میں آہی جاتے ہیں، اس طرح کی غلط روی سے منازل کا بعد بڑھتا ہے، عواقب فاسدہ جنم لیتے ہیں اور بالآخر وسطیت و اعتدالیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

اسی غلط روی کے نتائج میں سے ایک بری روش یہ ہے کہ جماعت میں آج کل بے جا اور "وضع الشی علی غیر محلہ ظلم" کے مصداق القابات کا بہت بڑا سیل رواں آیا ہے؛ اس پر بند باندھنا سنجیدہ، دانش ور اور محتاط علما کے لیے ضروری ہو گیا ہے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عصری تعلیم یافتہ طبقہ یا نیم مذہبی اور نیم دنیادار افراد اسلاف کی علمی شخصیتوں سے ہی متنفر نہ ہو جائے یہ سوچ کر کہ ان کی بھی شخصیتوں اور القابات میں کوئی تطابق نہیں تھا یا جہلائے عصر نے انہیں بھی آج کل کے سطحی لوگوں کی طرح بے جا القابات سے نواز رکھا تھا۔

القابات اپنے آپ میں امانت ہوا کرتے ہیں، اگر وہ غیر اہل کو تفویض ہوں گے تو یہ نہایت ہی بڑی بے ایمانی ہوگی اور بچی کھچی مذہبی وقعت پر خطرے کا سائن بھی۔ اس لیے راہ اعتدال کو اپنائیے جو کہ ہمارے اسلاف کی فکری اور علمی تراث ہے۔

لفظ: "علامہ" کو ہی لیجیے، یہ لفظ دو چار صدی بلکہ ایک صدی پہلے تک ان علمی شخصیتوں کے لیے موزوں ثابت ہوتا تھا جو بیک وقت معقولات و منقولات اور دیگر علوم اسلامیہ میں اتھارٹی کی حیثیت رکھتے تھے، جن کے پاس لسانیات سے لے کر دینیات تک کی ہر گتھی سلجھانے کا ہنر تھا، جن کا سمند علم ہر مقام پر اپنی نادر تخلیقات و علمی کاوشوں کے نقوش چھوڑ جاتا تھا، جن کی شخصیتوں میں بے پناہ گہرائی و گیرائی پنہاں تھی۔ تحقیقات نادرہ، تنقیحات بازغہ اور رشحات انیقہ کے ذریعے جنہوں نے اپنے علوم کا دنیا بھر میں لوہا منوایا ان کے لیے لفظ: "علامہ" استعمال کیا جانا بالکل حق بجانب اور برمحل تھا۔ تاہم ان ربانی اور قدسی صفات علما کا یہ وطیرہ تھا کہ اسے بھی وہ: "ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا" کے زمرے میں رکھتے تھے اور ہر لمحہ احتساب نفس کرتے رہتے تھے، مگر اس وقت کی بے فیضی اور بے برکتی دیکھیے کہ ان مقدس اور خالص علمی القابات کا جم کر استحصال ہو رہا ہے جس کا رنج ہر محتاط فکر اور سنجیدہ شخص کو ہو رہا ہے اور ہونا بھی چاہیے۔

اس حوالے سے ہمیں کرنا یہ ہے کہ جو شخص جس پوزیشن کا ہے اسے وہ مقام دیجیے، نہ افراط راہ پائے اور نہ ہی تفریط کی کوئی گنجائش رہے، جس کا جو حقیقی مقام ہے اسے دیجیے مگر علمی خیانت تو مت کیجیے۔ اسی حوالے سے سید انور شاہ کا ایک مضمون، موقع کی مناسبت سے یہاں نقل کیا جاتا ہے، جو کہ کافی اہم ہے اور معلوماتی بھی۔ اسے پڑھیے اور جلسے جلوس کے پوسٹرز، پمفلٹ اور مذہبی شخصیات کے القابات کا جائزہ لیجیے

لکھتے ہیں: اسلام جہاں غلو، غلط بیانی اور بے جا مبالغہ سے منع کرتا ہے، وہی ہر معاملے میں راہِ اعتدال اپنانے کی تاکید کرتا ہے۔ یہی دینِ اسلام کی ایک بڑی خوبی ہے کہ اس نے اعتدال، توسط اور میانہ روی کی تلقین کی ہے اور ہمیں اُمتِ وسط بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ اعتدال اپنانے والوں کو کبھی بھی گمراہی اور پچھتاوے کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو اعتدال کے دامن کو چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کیے ہوئے ہیں، وہ یا تو افراط کا شکار ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں یا پھر تفریط کی کھائی میں جا گرتے ہیں۔ اسی طرح دینِ اسلام سادگی اور للّٰہیت کو بڑی اہمیت دیتا ہے، جبکہ نام و نمود، دکھاوے اور نمائش کی مذمت کرتا ہے۔

آج کل ہمارے معاشرے میں مذہبی القاب کے استعمال کرنے میں جو بے اعتدالیاں پائی جا رہی ہیں، وہ کسی پر اوجھل نہیں۔

khalilullahkhanfaizani@gmail.com

نام کے آگے القابات پر القابات جڑ دیے جاتے ہیں، خواہ وہ شخص ان صفات کا حامل ہو یا نہ ہو۔ آئے روز نئے سے نئے اور بڑے سے بڑے القابات سامنے آتے ہیں بعض اوقات تو جلسوں میں اور بعض دیگر مجالس میں امیروں، وزیروں، عہدیداروں، پیروں اور خصوصاً علما کی تعریفوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے جاتے ہیں، مثلاً کسی کے لیے حجۃ الاسلام، کسی کے لیے شیخ الاسلام، کسی کے لیے شیخ الفقہ، کسی کے لیے شیخ الحدیث، کسی کے لیے مفتی اعظم، کسی کے لیے خطیب بے بدل، خطیبِ زماں، نمونۂ اسلاف، محققِ دوراں، محقق العصر، علامۃ العصر، محدث العصر، فقیہِ زماں، جامعِ علوم عقلیہ و نقلیہ، شیخ المشائخ، اعلیٰ حضرت، مفکرِ اسلام، غزالیِ وقت، غزالیِ دوران، شہنشاہِ خطابت، محقق علی الاطلاق، محدثِ اعظم، ، ولیِ کامل، رہبرِ شریعت، ثانیِ جنید وغیرہ وغیرہ۔

افسوس ناک بات یہ ہے کہ بعض حضرات تو باقاعدہ اپنے حلقۂ احباب کو اس طرح بڑے بڑے القاب اپنے نام کے ساتھ لگانے کی تاکید کرتے ہیں، اور القاب کے بغیر پکارے جانے پر بے التفاتی اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اب تو معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ علمائے کرام کی اکثر مجالس اس قسم کے القابات سے گونجتی ہوئی نظر آتی ہے۔ مذہبی القابات کے متعلق یہی بے اعتدالیاں، پمفلٹوں اور اشتہارات میں بھی واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ اور نہایت بے احتیاطی کے ساتھ شریعت کے تقاضوں کو فراموش کیا جارہا ہے۔

ایک طرف تو یہ معاملہ ہے، جب کہ دوسری طرف کچھ حضرات ایسے بھی ہیں جو اپنے لیے ایسے القاب تجویز کرتے ہیں جس سے گناہ گاری ٹپکتی ہو، جیسے: العبد العاصی، عاصی وغیرہ، حالانکہ یہ بھی درست نہیں۔ یہ ساری باتیں اور احکام سمجھنے کے ہیں۔ ان کے نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگ افراط و تفریط اور متضاد پہلوؤں کا شکار ہیں۔ اس موضوع پر انتہائی عمدہ اور تفصیلی گفتگو علامہ ابن الحاج المالکی المصری علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور کتاب "المدخل" کی پہلی جلد "فصل فی ذکر النعوت" کے تحت فرمائی ہے۔ واضح رہے کہ علامہ ابن الحاج کا شمار مسلک مالکیہ کے مشہور اور بڑے فقہا میں ہوتا ہے:

"وقد ذكره السيوطي في من كان بمصر من فقهاء المالكية۔" (حسن المحاضرۃ، السیوطی، ج:1، ص:382)

ان کی وفات مصر کے مشہور شہر قاہرہ میں ہوئی۔ "المدخل" فقہ مالکیہ کی نہایت معتبر اور انفع کتاب ہے۔

القابات کے ارتقا کا پسِ منظر:

علامہ ابن الحاج المالکی المصری ان القاب کے رائج ہونے کے اسباب بیان کرتے ہیں:

"ان کی ترویج میں سب سے بڑا کردار عجمیوں کا رہا ہے، اور وہ اس طرح کہ جب ترک مسندِ خلافت پر غالب آگئے، اور حکومت کی باگ ڈور خود سنبھال لی، تو انہوں نے اپنے لیے مختلف قسم کے القابات اختیار کر لیے، جیسے: شمس الدولۃ، ناصر الدولۃ، نجم الدولۃ وغیرہ، چونکہ ان القابات کا استعمال حکومت کے مناصب پر فائز بڑے بڑے عہدے داروں کے لیے ہوتا تھا، اس لیے لوگ ان القاب کو باعثِ عظمت و فخر سمجھنے لگے، اس وجہ سے عام لوگوں نے ان میں انتہائی دلچسپی ظاہر کی۔ لیکن حکومت میں منصب اور عہدہ نہ ہونے کی بنا پر ان کے لیے اپنے لیے ان القاب کا رکھنا ممکن نہیں تھا، چنانچہ جب انہوں نے اس کے حصول کے لیے کوئی راستہ نہیں پایا تو اب انہوں نے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے مذہب کا راستہ اختیار کر لیا: "نجم الدولۃ نہ سہی تو نجم الدین ہی سہی۔"

اس زمانے میں ان القابات کی انتہائی اہمیت اور وقعت تھی اور بڑی باعثِ عظمت اور قابلِ فخر چیز تھی۔ یہی وجہ تھی کہ حکومت نے ان ناموں اور القاب کے رکھنے پر سخت پابندی عائد کی تھی، لہٰذا جب کوئی اپنی اولاد کے لیے اس قسم کا لقب رکھنا چاہتا تو اسے حکومت کو ایک بھاری رقم ادا کرنی ہوتی، اور حکومت سے باقاعدہ اجازت نامہ لینا ہوتا۔ یوں ہی لوگ حکومت کی مقرر کردہ بھاری رقم ادا کرتے تھے اور اپنی اولاد کے لیے اس قسم کے القاب تجویز کرتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد خلافتِ عباسیہ پر ترک نے مکمل طور پر قابض ہو کر ہر قسم کا کنٹرول اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ان القابات کی اہمیت باقی نہیں رہی؛ کیونکہ اب حکومت ان کے لیے ایک قسم کی لونڈی بن چکی تھی، اس لیے اب وہ مذہبی القابات میں کشش محسوس کرتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوگئے اور ان کے لیے نجم الدولۃ کے بجائے نجم الدین جیسے القاب زیادہ باعثِ عظمت و فخر بن گئے۔

اس دوران حکومت نے پابندی ختم کر کے عام لوگوں کو کھلی چھوٹ دے دی۔ یہ القابات اس قدر تیزی کے ساتھ رائج ہوگئے کہ کوئی بھی اس کی زد سے محفوظ نہیں رہا، امیر غریب، چھوٹے بڑے سب اس وبا کی زد میں آگئے، یہ معاملہ اس سطح پر پہنچ گیا کہ علما نے بھی اس سے مانوس ہوکر ان کے رکھنے میں کوئی برائی محسوس نہیں کی اور لوگوں سے متاثر ہوکر ان کو قبول کرنے لگے۔"

(المدخل، ج:1، ص:110، فصل فی النعوت)

القابات کی اس ترویج کے متعلق علامہ ابن خلدون نے بھی مقدمہ تاریخ ابن خلدون میں اس کے قریب قریب گفتگو فرمائی ہے۔

مذہبی القابات کی شرعی حیثیت:

قرآن کریم اور احادیثِ طیبہ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے تزکیہ کا اعلان کرے، یا اپنے لیے ایسے القاب اختیار کرے جس میں پاکیزگی اور تقدس کا پہلو پایا جاتا ہو، چنانچہ ذیل میں اس کے متعلق چند آیاتِ کریمہ مفسرین کی تشریح کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے:

1:-اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا۔ (النساء:49)

"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو بڑا ہی پاکیزہ بتاتے ہیں؟ حالانکہ پاکیزگی تو اللہ جس کو چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے، اور کسی پر اس عطا میں ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

اس آیت کے شانِ نزول میں مفسرین لکھتے ہیں کہ:

"یہود اپنے آپ کو بڑے پاکیزہ اور مقدس بتلاتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور محبوب ترین لوگ ہیں۔ اس آیتِ کریمہ میں ان کی مذمت کی گئی ہے کہ ذرا ان لوگوں کو دیکھو! جو اپنی پاکی بیان کر رہے ہیں، ان پر تعجب کرنا چاہیے۔"

2:-فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۔ (سورۃ النجم:32)

تم اپنی پاکیزگی مت بیان کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون متقی ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ دعوائے تقدس منع ہے۔

القابات میں مبالغہ آرائی احادیثِ طیبہ کی روشنی میں:

القابات میں مبالغہ آرائی سے ممانعت پر اب چند احادیثِ طیبہ ملاحظہ فرمائیے:

1:-ایک مرتبہ ایک شخص نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سامنے ایک دوسرے آدمی کی خوب مدح و تعریف کی، اس پر آپ نے فرمایا: "وَيْحَكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ۔" "افسوس ہے تجھ پر، تو نے تو اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی۔" پھر فرمایا کہ: اگر تمہیں کسی کی تعریف کرنی ہو تو ان الفاظ سے کرو کہ میرے علم کے مطابق یہ شخص نیک و متقی ہے۔ "وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللهِ أَحَداً" یعنی "میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ کے نزدیک بھی وہ ایسا ہی ہے جیسا میں سمجھ رہا ہوں۔" (صحیح بخاری، کتاب الشہادات والادب۔ مسلم، کتاب الزہد)

2:-حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا:

"أَنْ نَّحْثُوَ فِيْ وُجُوْهِ الْمَدَّاحِيْنَ التُّرَابَ."

"ہم تعریف کرنے والوں کے چہروں پر مٹی دیں، یعنی ان کو ناکام بنادیں۔"

3:-ایک روایت میں ہے کہ حضرت زینب بن اَبی سلمہ فرماتی ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ: تمھارا نام کیا ہے؟ چونکہ اس وقت میرا نام "برّہ" تھا (جس کے معنی ہیں نیک و گناہوں سے پاک عورت) میں نے وہی بتلایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ، اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ" (رواہ مسلم و بخاری، باب تحویل الاسم)

یعنی "تم اپنے آپ کی گناہوں سے پاکی بیان نہ کرو، کیونکہ یہ علم صرف اللہ ہی کو ہے کہ تم میں سے نیک اور پاک کون ہے۔" پھر "برہ" کے بجائے آپ نے زینب نام رکھا۔ مطلب یہ ہے کہ جب کسی کا نام "برہ" (نیک عورت) ہوگا تو اس سے جب دریافت کیا جائے گا کہ تم کون ہو؟ تو ظاہر سی بات ہے کہ وہ یہ کہے گی "برّہ" یعنی میں نیک اور گناہوں سے پاک خاتون ہوں، اس میں چونکہ بظاہر صورتاً خود اپنی زبان سے نیک ہونے کا دعویٰ پایا جاتا ہے، اس لیے آپ نے اس سے منع فرمایا۔

4:-علامہ ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے "سنن ابوداؤد" کے حوالے سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سنا کہ وہ اپنے سردار کو "ابوالحکم" سے پکار رہے تھے، چنانچہ آپ نے اس کنیت کو ناپسند فرمایا، ان کے سردار کو بُلایا اور ان سے پوچھا کہ آپ کو "ابوالحکم" کیوں کہتے ہیں؟ اس نے جواب میں کہا کہ: میری قوم میں جب کوئی دو فریق اختلاف کریں تو وہ میرے پاس فیصلہ کرنے کے لیے آتے ہیں، پھر میں ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ تو دونوں فریق اس فیصلہ کو تسلیم کر لیتے ہیں، آپ نے اس سے پوچھا: آپ کی اولاد ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میرے تین بیٹے ہیں: شریح، عبداللہ، مسلم۔ آپ نے اس سے پوچھا: ان میں بڑا کون ہے؟ انہوں نے کہا: شریح۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ: آپ ابو شریح ہیں نہ کہ ابوالحکم۔ کیونکہ اس میں تقدس اور بڑائی کا پہلو پایا جاتا ہے۔

(المدخل، ج:1، ص:110، فصل فی ذکر النعوت)

5:- خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ اقدس کے متعلق ارشاد فرمایا:

"لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ."—

"لوگو! میری تعریف میں مبالغہ سے کام نہیں لینا، جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق مبالغہ اختیار کیا ہے۔"

انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت کا درجہ دے کر خود کافر اور مشرک بن گئے، میرے ساتھ ایسا معاملہ نہ کرنا "اِنِّيْ عَبْدُاللهِ وَ رَسُوْلُهٗ" --- "میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔" لہٰذا تم بھی مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔

(بخاری، باب "واذکر فی الکتاب مریم")

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

یہاں پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ بعض مواقع پر آپ نے خود بعض صحابہ کرام کی مدح اور تعریف فرمائی ہے، اور ان کو اچھے اچھے القابات سے نوازا ہے۔ حضرت عثمان کے بارے میں فرمایا: "وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ" حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں فرمایا: "وَأَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ" حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا:

"وَأَمِيْنُ أُمَّتِيْ أَبُوْ عُبَيْدَةُ بْنُ الْجَرَّاحِ، وَ أَعْلَمُ أُمَّتِيْ بِالْحَلَالِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأَقْرَأُهُمْ أَبُوْ مُوْسٰى، نِعْمَ الْعَبْدُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَ غَيْرُ ذٰلِكَ."

جواب: اس سوال کا جواب امام نووی، حافظ ابن حجر، اور علامہ ابن بطال نے یہ ذکر کیا ہے کہ صرف حقیقتِ حال بیان کرنے کی اجازت ہے کہ میرے علم کے مطابق فلاں آدمی میں یہ خوبی ہے، اس میں مبالغہ سے کام لینا جائز نہیں، جیسا کہ "الْمَدَّاحِيْنَ" (بہت زیادہ تعریف کرنے والے) کا لفظ بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ یہ بھی صرف اس شخص کے متعلق کہا جا سکتا ہے جس کے متعلق تکبر اور عجب کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، جیسا کہ آنحضرت کو صحابہ کرام کے بارے میں یقین تھا کہ وہ حضرات اس سے فتنہ میں مبتلا نہیں ہوں گے؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی، چونکہ صحابہ کرام کے علاوہ دیگر لوگوں کے متعلق فتنہ میں ابتلا کا اندیشہ غالب ہے، لہٰذا دوسرے لوگوں کی تعریف سے بچنا چاہیے۔

(شرح صحیح البخاری لابن البطال: باب ما یکرہ من التمادح، ج:9، ص:253۔ فتح الباری: باب ما یکرہ من التمادح، ج:10، ص:476۔ شرح النووی علی صحیح مسلم، باب النہی عن المدح)

فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں:

قرآن و سنت کے ماہرین حضرات فقہائے کرام نے بھی نیکی، تقدس، پاکیزگی، بڑائی اور مدح سرائی میں مبالغہ کا تاثر دینے والے ان القاب کو ناجائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ مالکیہ کے مشہور فقیہ علامہ ابن الحاج المالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس بدعت سے بچنا ضروری ہے جو وبا کی طرح پھیل گیا ہے اور شاید ہی اس کی زد سے کوئی بڑا چھوٹا محفوظ رہا ہو، اور وہ یہ نئے اور خود ساختہ القابات ہیں جو شریعت کے سراسر مخالف ہیں، وہ ہیں: "فلان الدین و فلان الدین" عالم کے لیے تو اور زیادہ ضروری ہے کہ وہ اس جیسے القاب سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ اس سلسلے میں لوگوں کو بھی سمجھائیں کہ یہ القاب شریعت کے مخالف ہیں، لہٰذا ان کو اس جیسے القاب سے نہ پکاریں۔ ایسے القاب و اسما کو استعمال کرنا جو

تزکیہ اور تعریف پر مشتمل ہو، اس کی ممانعت کتاب اللہ، سنت رسول اور علما کے اقوال سے ثابت ہوتی ہے۔ نیز یہ غلط بیانی اور جھوٹ میں داخل ہوکر سلفِ صالحین کے عمل کے بالکل مخالف ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ:

اگر ان القاب و اسماء کا استعمال جائز ہوتا تو اُمتِ محمدیہ میں اس کے سب سے زیادہ حقدار اور مستحق صحابہ کرام تھے، جو ہدایت کے سورج اور اندھیروں کے چراغ تھے، اور دین کے سب سے پہلے مددگار تھے، جیسا کہ قرآن نے اس کی گواہی دی ہے۔ اسی طرح ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن جن کو اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چنا اور جن کی فضیلت کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے۔ ام المومنین حضرت زینب کا پہلے نام "برہ" تھا، آپ نے تبدیل کر دیا، حالانکہ وہ اس کی مصداق اور حقدار تھیں، تو پھر ہم کون ہیں کہ اپنے لیے ایسے القاب تجویز کریں، لہٰذا نجات اور کامیابی صحابہ کرام کی اتباع میں ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے امام نووی کا مشہور اور معروف واقعہ بھی نقل کیا ہے۔

امام نووی مشہور شافعی عالم دین ہیں جو کئی مفید اور بڑی کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں شرح مجموع مہذب، اور شرح مسلم جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے اور ریاض الصالحین وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ شافعیہ میں بڑی عبقری شخصیت گزرے ہیں جن کی تصنیفات سے اُمت کا ایک بڑا طبقہ استفادہ کرتا چلا آرہا ہے، دینی وعلمی خدمات کی بنیاد پر جب ان کے معاصرین نے ان کو محی الدین کے لقب سے موسوم کیا تو انہوں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا، اور فرمایا:

" إِنِّيْ لَا أَجْعَلُ أَحَداً فِيْ حِلٍّ مَنْ يُّسَمِّيْنِيْ بِمُحْيِ الدِّيْنِ."

یعنی میں کسی کو بھی محی الدین کے لقب سے پکارنے کی اجازت نہیں دیتا، حالانکہ وہ اس لقب کے حق دار بھی تھے، یہی وجہ ہے کہ امت نے انہیں انتقال کے بعد اس لقب سے موسوم کیا، مگر اپنی زندگی میں انہوں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور ظاہر ہے کہ ناراضگی کی وجہ صرف یہی تھی کہ اس میں مذہبی تقدس کا پہلو تھا۔

(المدخل، ج:1، ص:111، فصل فی النعوت)

مولانا عبدالحئی لکھنوی نے "فوائدِ بہیہ" کے آخر میں لکھا ہے کہ عراق کے فقہا میں عام طور پر القاب میں سادگی تھی، وہ کاروبار، محلہ، قبیلہ یا گاؤں کی طرف نسبت کرنے پر اکتفا کیا کرتے تھے، جیسے جصاص (گچ والا)، قدوری (ہانڈی والا)، طحاوی (طحا گاؤں کا باشندہ)، کرخی (مقام کرخ کا باشندہ)، صیمری (صیمرہ کا باشندہ)، اور خراسان اور ماوراء النہر میں عام طور پر القاب میں مبالغہ کیا جاتا تھا، اور دوسروں پر ترفع ظاہر کیا جاتا تھا، جیسے: شمس الائمہ، فخر الاسلام، صدر الاسلام، صدر جہاں، صدر الشریعہ وغیرہ اور یہ صورت زمانۂ ما بعد میں پیدا ہوگئی تھی۔ پہلے زمانے کے لوگ اس قسم کی باتوں سے پاک تھے۔ ابو عبداللہ قرطبی اسماء اللہ الحسنیٰ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

"قرآن وحدیث سے اپنا تزکیہ کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ ہمارے علما نے فرمایا ہے کہ: مصر کے علاقوں میں اور دیگر بلادِ عرب وعجم میں جو رواج ہو گیا ہے کہ اپنے لیے ایسی صفات استعمال کی جاتی ہیں جو تزکیہ اور تعریف پر دلالت کرتی ہیں وہ بھی اس ممانعت میں داخل ہے، جیسے زکی الدین، محی الدین، علم الدین، اور اسی طرح کے دیگر القاب۔

اور محی الدین نحاس کی "تنبیہ الغافلین" میں جہاں منکرات کا تذکرہ ہے، لکھا گیا ہے کہ منکرات میں سے وہ بھی ہے جو وبا کی طرح پھیل گیا ہے، یعنی وہ جھوٹ جو زبانوں پر رائج ہو گیا ہے اور وہ خود ساختہ القاب ہیں: جیسے محی الدین، نور الدین، عضد الدین، غیاث الدین، معین الدین، اور ناصر الدین وغیرہ۔

یہ ان کے لیے جو ان القابات کا استحقاق نہیں رکھتے۔

باقی جن بزرگان دین کے ساتھ یہ القابات ذکر کیے جاتے ہیں وہ بالکل حق بجانب اور سچ ہے۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام کے سامنے یہ بات خوب واضح کر لی جائے، کہ اس طرح بے محل القاب استعمال کرنا ہرگز درست نہیں، بلکہ یہ غلط بیانی اور جھوٹ میں داخل ہے۔ نیز مدارسِ دینیہ میں طلبہ کرام کی اس طرح تربیت کی جائے کہ وہ اپنے لیے ایسے القاب پسند ہی نہ کریں، بلکہ سادگی کے ساتھ اپنے نام کو ہی پسند کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سلسلے میں افراط وتفریط سے بچنے اور راہِ اعتدال پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

****

ختم نبوت

صدر الشریعہ علامہ مفتی

محمد امجد علی اعظمی

اور تحفظ عقیدۂ ختم نبوت

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حکیم ابوالعلاء علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی رحمۃ اللہ علیہ (پ:1300ھ/1882ء۔ م:1367ھ/1948ء) کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م:1340ھ/1921ء) کے خلفا میں آپ کا اسم گرامی نہایت ہی روشن اور نمایاں ہے۔ آپ اعظم گڑھ یوپی کے ایک علمی وروحانی خانوادے کے ایک فرد فرید ہیں۔ آپ نے ابتدائی کتب اپنے جد امجد اور بھائی مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ بعدازاں مدرسہ حنفیہ جون پور میں مولانا ہدایت اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا۔ پھر امام المحدثین استاذ العلما علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کے بعد بریلی شریف میں بارگاہِ رضوی سے ایسے منسلک ہوئے کہ نہ صرف اجازت حدیث بلکہ خلافت و اجازت سے بھی سرفراز ہوئے۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں کافی عرصہ تک حدیث شریف اور دوسرے فنون کی تعلیم دیتے رہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی فقاہت وثقاہت پر اطمینان و اعتماد فرماتے ہوئے آپ کو "صدر الشریعہ" کا ایسا لقب عطا فرمایا جو آپ کے اسم گرامی کا جزو لاینفک بن کر رہ گیا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فقید المثال "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" آپ ہی کی مساعی جمیلہ سے پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ آپ دو قومی نظریہ کے ایک عظیم مبلغ اور رہنما تھے جس پر آپ کی کتاب زیست کا ہر صفحہ شاہد وناطق ہے۔

آپ کی ساری زندگی احقاق حق اور ابطال باطل سے عبارت ہے۔ آپ فکر رضا کے امین بن کر رہے۔ آپ نے ختم نبوت اور ناموسِ رسالت کے تحفظ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

جہاد بالقلم کے محاذ پر آپ کے قلم کی جولانیاں دیدنی ہیں۔

اُردو زبان میں آپ کی عظیم وضخیم اور شہرۂ آفاق کتاب "بہار شریعت" تو فقہ حنفی کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس کتاب مستطاب کا پہلا حصہ عقائد پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ نے جہاں دیگر فتنوں کی خبر لی ہے وہاں آپ نے فتنۂ قادیانیت کے سرغنہ اور بانی مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کی بھی خوب نقاب کشائی فرمائی ہے۔ آپ نے اس کی کتابوں کی خانہ تلاشی لے کر اس کی ہفوات وبکواسات کو مسلمانوں کے سامنے رکھا ہے تاکہ وہ اس کے کفریات سے آگاہ ہو کر خود بھی اس فتنۂ عظیمہ سے دور رہیں اور اپنی اولادوں کو بھی دور رکھیں۔

بہار شریعت کے پہلے حصے عقائد میں سے آپ نے فتنۂ قادیانیت کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہاں اس میں سے صرف ابتدائی اقتباس قارئین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے:

"قادیانی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو ہیں، اس شخص نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں نہایت بے باکی کے ساتھ گستاخیاں کیں، خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ و کلمۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ صدیقہ مریم کی شان جلیل میں تو وہ بیہودہ کلمات استعمال کیے، جن کے ذکر سے مسلمانوں کے دل ہل جاتے ہیں، مگر ضرورت زمانہ مجبور کر رہی ہے کہ لوگوں کے سامنے ان میں کے چند بطورِ نمونہ ذکر کئے جائیں، خود مدعیٔ نبوت بننا کافر ہونے اور ابدالآباد جہنم میں رہنے کے لیے کافی تھا، کہ قرآن مجید کا انکار اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ ماننا ہے، مگر اس نے اتنی ہی بات پر اکتفا نہ کیا بلکہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب وتوہین کا وبال بھی اپنے سر لیا اور یہ صدہا کفر کا مجموعہ ہے، کہ ہر نبی کی تکذیب مستقلاً کفر ہے، اگرچہ انبیا و دیگر ضروریات کا قائل بنتا ہو، بلکہ کسی ایک نبی کی تکذیب سب کی تکذیب ہے چنانچہ آیۂ "کذبت قوم نوح ن المرسلین" وغیرہ اس کی شاہد ہیں اور اس نے تو صدہا کی تکذیب کی اور اپنے کو نبی سے بہتر بتایا۔ ایسے شخص اور اس کے متبعین کے کافر ہونے میں مسلمانوں کو ہرگز شک نہیں ہو سکتا، بلکہ ایسے کی تکفیر میں اس کے اقوال پر مطلع ہو کر جو شک کرے خود کافر۔"

صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد مرزا آنجہانی کی آٹھ

کتابوں سے اس کے کفریات ظاہر وباہر فرمائے ہیں۔ ان کتابوں میں ازالۂ اوہام، براہینِ احمدیہ، انجامِ آتھم، دافع البلاء، اربعین، کشتیِ نوح، اعجاز احمدی اور دافع الوساوس کے نام شامل ہیں۔

اب یہاں آخری اقتباس بھی ملاحظہ کرتے جائیں:

"غرض اس دجال قادیانی کے مزخرفات کہاں تک گنائے جائیں، اس کے لیے دفتر چاہیے، مسلمان ان چند خرافات سے اس کے حالات بخوبی سمجھ سکتے ہیں، کہ اس نبی اولوالعزم کے فضائل جو قرآن میں مذکور ہیں، ان پر یہ کیسے گندے حملے کر رہا ہے...! تعجب ہے ان سادہ لوحوں پر کہ ایسے دجال کے متبع ہو رہے ہیں، یا کم از کم مسلمان جانتے ہیں...! اور سب سے زیادہ تعجب ان پڑھے لکھے کٹ بگڑوں سے کہ جان بوجھ کر اس کے ساتھ جہنم کے گڑھے میں گر رہے ہیں...! کیا ایسے شخص کے کافر، مرتد، بے دین ہونے میں کسی مسلمان کو شک ہو سکتا ہے۔ حاش للہ! "من شك في عذابه و كفره فقد كفر" جو ان خباثتوں پر مطلع ہو کر اس کے عذاب وکفر میں شک کرے، خود کافر ہے۔"

ماشاء اللہ، فتنۂ قادیانیت کے تعاقب میں آپ کا راہوار قلم ایسا چلا کہ فتنۂ قادیانیت کے سرغنہ اور بانی مرزا آنجہانی کی تمام ہفوات و بکواسات کا خلاصہ پیش فرما کر قاری کو اس کے رد میں لکھی گئی بڑی بڑی کتابوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ گویا آپ نے یہاں کوزے میں دریا بند فرما دیا ہے۔ یہی نہیں آپ نے اپنے فتاویٰ میں بھی نہ صرف اس طائفہ خبیثہ کی بلکہ دیگر کذابوں کی بھی خوب خبر لی ہے۔

فتاویٰ امجدیہ جلد دوم میں ایک استفتا میں آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص پہلے قادیانی تھا اب قادیانی ہونے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں "بہائی ہوں یعنی بہاء اللہ کا معتقد اور اس کے مذہب پر ہوں، بہاء اللہ وہ شخص ہے جس کی نسبت اخبار وغیرہ میں لکھا ہے اور بہت مشہور ہے کہ وہ مدعیِ نبوت تھا، جس کا زمانہ عنقریب گزرا ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایک مسلمہ سنیہ حنفیہ عفیفہ سیدانی لڑکی کا نکاح شخص مذکور سے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

آپ نے اس کا جو جواب مرقوم فرمایا اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

"حضور اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے خاتم النبیین و آخر الانبیاء کیا، حضور کے بعد کوئی دوسرا نبی ہو سکتا، بکثرت احادیث صحیح اس پر ناطق اور خود قرآن عظیم کی نص قطعی ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس مدعا پر شاہد، جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی جدید کے آنے کا قائل ہو یا اسے جائز مانے، قطعاً یقیناً کافر و مرتد ہے، اگر وہ شخص قادیانی تھا تو کافر تھا اور اب بہائی ہے اور بہاء اللہ کو نبی مانا جب بھی کافر ہے، بلا شبہ ایسے شخص کا نکاح کسی مسلمہ سے نہیں ہو سکتا، خصوصاً سنیہ، جو شخص نکاح کرائے گا سخت کبیرہ شدیدہ کا مرتکب اور زنا کا دلال ہوگا۔"

آپ کا یہ فتویٰ، شفا شریف اور فتاویٰ عالمگیری سے بھی مزین ہے۔

فتاویٰ امجدیہ حصہ چہارم میں ایک استفتا کے جواب میں نہایت ہی واشگاف اور دو ٹوک الفاظ میں اپنا فتویٰ کچھ اس انداز میں صادر فرماتے ہیں:

"مذہب قادیانی رکھنے والے یقیناً اجماعاً بلا شک و شبہ کفار و مرتدین ہیں، ایسے لوگوں کی کتابیں بچوں کو پڑھانا ناجائز ہے، اگرچہ ان کتابوں میں ان کی گمراہی کی باتیں نہ ہوں مگر مصنف کی عزت دل میں پیدا ہوگی اور ان کی باتیں قبول کرنے کا مادہ ہوگا۔"

فتاویٰ امجدیہ کے اسی حصہ چہارم میں ایک سوال کے جواب کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"اس میں شک نہیں کہ مرزا غلام احمد نے انبیاء علیہم السلام کی سخت توہین کی ہے اور دعویٰ نبوت کیا، اس وجہ سے یقیناً وہ شخص کافر ہے، اس کے اقوال پر مطلع ہو کر مجدد تو مجدد اسے مسلمان جاننا بھی کفر ہے۔"

اسی طرح فتاویٰ امجدیہ کے اسی حصہ میں ایک سوال کے جواب میں آپ فرماتے ہیں:

"حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی جدید نبی نہیں ہو سکتا نہ شریعت جدیدہ لے کر، نہ اس شریعت کا حامل بن کر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اب جدید نبوت نہ ملے گی، لہٰذا قادیانی مرتد کا اپنے کو نبی ماننا اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کا حامل بتانا باطل محض وکفر و ارتداد ہے، اس وجہ سے قرآن عظیم میں وخاتم النبیین فرمایا، المرسلین نہ فرمایا کہ اب منصب نبوت ختم ہو چکا کسی دوسرے کو عطا نہ ہوگا، ہر دو علماء جب فتویٰ حرمین شریفین کو حق بتا رہے ہیں اور بالکل متفق ہیں تو اس امر میں اب کیا تردد باقی رہ گیا۔"

المختصر صدر الشریعہ بدر الطریقہ رحمۃ اللہ علیہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے فتنۂ قادیانیت کے خلاف جہاد بالقلم کے محاذ پر نہایت ہی سرگرم رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کی ان کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

اعلیٰ حضرت بریلوی نے ان کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے:

میرا امجد مجد کا پکا
اس سے بہت کچھاتے یہ ہیں

□◎◎◎◎◎□

مجددالف ثانی کے فضائل و کرامات

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ مجددی

عزم و استقلال:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا دور از حد پر آشوب تھا۔ بدعت و ضلالت کے اندھیرے پھیلے ہوئے تھے۔ کفر و شرک کی خزائیں زوروں پر تھیں۔ اکبر اعظم کی اسلام دشمنی اور جہانگیر کی آزاد روی کے سامنے ایک فقیر بارگاہ رسالت تھا جس کے عزم و استقلال نے اندھیروں اور خزاؤں کا تسلط ختم کیا اور شہنشاہوں کی اکڑی ہوئی گردنیں خم کر دیں۔ اللہ! اللہ! آپ کے عزم و استقلال کی درخشندہ مثال سے تاریخ حریّت جگمگا رہی ہے۔ بادشاہ وقت نے سجدہ تعظیمی کے لیے مجبور کیا لیکن آپ نے فرمایا: جو سر بارگاہِ الوہیت میں جھکتا ہو، کسی اور کے دروازے پہ کیسے جھک سکتا ہے۔ بادشاہ غیظ و غضب کا نشان بن گیا، ادھر آپ کے مخلصین نے یہ مشورہ دیا کہ بادشاہوں کے لیے سجدۂ تعظیمی جائز ہے، سجدہ تعظیمی کر لیں، آپ کو کوئی گزند نہ پہنچے گی۔ اس مردِ حق آگاہ نے فرمایا:

"یہ فتویٰ تو رخصت ہے۔ عزیمت یہ ہے کہ غیر حق کے سامنے سجدہ نہ کیا جائے"۔

(مناقب آدمیہ و حضرات احمدیہ بحوالہ سیرت مجدد الف ثانی، ص:172)

پھر اس کے بعد طرح طرح کے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا لیکن مجال ہے جو عزم و استقلال کے عظیم پیکر کے قدموں میں لغزش پیدا ہوئی ہو۔ ایسی استقامت کی توقع فاروق اعظم کے لخت جگر سے ہی کی جاسکتی ہے۔ ڈاکٹر اقبالؔ آپ کے عزم و استقلال کو سلام پیش کرتے ہیں۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار

تسلیم و رضا:

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

"نہ معلوم اس ہندو راجپوت نے کیا سلوک کیا، آگرے سے گوالیار کس طرح لے گیا، قلعہ گوالیار میں لے جا کر کیا کیا؟ ہاں اس پائے نازنین کو پابند سلاسل کیا، یہ کیسا ظلم کیا۔ سرزمین ہند میں اس کے جاں نثار و فداکار اس کے اشارے کے منتظر ہیں مگر وہ اپنے رب کریم کی رضا پر راضی ہے۔ ظالم ظلم کیے جا رہے ہیں مگر وہ لطف اٹھا رہا ہے۔ کیا چشم عالم نے بھی یہ منظر دیکھا ہے؟ ظالم نے نہ صرف پابند سلاسل کیا، گھر اجاڑا... کتب خانہ ضبط، جائیداد ضبط، کنواں ضبط، زمین ضبط، جو کچھ پاس تھا سب ضبط کر کے آپ بے آسرا کر دیے گئے مگر جس کا آسرا خدا پر ہو وہ کسی آسرے پر نہیں رہتا۔

(سیرت مجدد الف ثانی ص:167)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اپنے مکتوبات آپ کے جذبۂ تسلیم و رضا کے بہترین عکاس ہیں۔ آپ عالم اسیری میں لکھتے ہیں:

"میر نعمان کو معلوم ہوا ہو گا کہ میرے خیر اندیش دوستوں نے ہر چند میری رہائی کے اسباب پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ جو کچھ خدا نے کیا وہی بہتر ہے۔ بمقتضائے بشریت مجھ کو بھی اس سے کچھ رنج ہوا اور دل میں تنگی ظاہر ہوئی۔ لیکن تھوڑے ہی زمانہ میں اللہ کے فضل سے وہ رنج اور دل کی تنگی فرحت و شرح صدر سے بدل گئی، اور یقین خاص سے معلوم ہوا کہ اگر اس جماعت کی مراد جو میرے درپئے آزار ہے، اللہ جل سلطانہ کی مراد کے موافق ہے تو پھر اس پر ناپسندیدگی اور دل تنگی بے معنی اور دعویٰ محبت کے منافی ہے۔ (مکتوب 15، دفتر سوم)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"آپ دوستوں سے کہہ دیں کہ وہ دل کی تنگی دور کریں اور جو لوگ درپئے آزار ہیں ان کی طرف سے بد دل نہ ہوں بلکہ ان کے فعل سے لذّت حاصل کریں۔ اور جو میں نے جور و جفا کو صورت غضب کا آئینہ کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں غضب دشمنوں کا حصہ ہے، دوستوں کے لیے صورتاً غضب ہے اور حقیقتاً عین رحمت۔ اس صورت غضب میں محب کے لیے اتنے منافع ودیعت کیے گئے

ہیں کہ اس کی شرح کیا بیان کی جائے "۔(مکتوب 15، دفتر سوم)

اپنے شہزادوں سے فرماتے ہیں:

" فرزندان گرامی ! خاطر جمع رہو، لوگ ہر وقت ہماری تکلیفوں پر نظر رکھتے ہیں اور اس تنگی سے خلاصی چاہتے ہیں، ان کو معلوم نہیں کہ نامرادی، بے اختیاری اور ناکامی میں کس غضب کا حسن و جمال ہے، اس کے برابر کون سی نعمت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جس شخص کو بے اختیار کر کے خود اس کے ارادے اور اختیار سے باہر نکال لے اور اپنے ارادے کے مطابق زندگی بخشے حتیٰ کہ اس کے امور اختیار یہ کبھی اس بے اعتباری کے تابع بنا کر اس کو اپنے ارادے اور اختیار سے بالکل دست بردار کر دیا جائے اور اس کو مردہ بدست زندہ بنا دیا جائے۔ قید کے زمانے میں جب اپنی ناکامی و بے اختیاری کو دیکھتا تھا تو عجب لطف اٹھاتا تھا اور انوکھا مزہ پاتا تھا۔ فراغت والے مصیبتوں کے حسن کا کیا اندازہ کریں، بچوں کو صرف شیرینی میں مزہ ملتا ہے۔ لیکن جس کو نفی میں لذت ملی وہ شیرینی کو ایک جو میں بھی خریدتا۔ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى (مکتوب 83، دفتر سوم)

حق گوئی:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ حق گو، بیباک، نڈر اور بہادر شخصیت کے مالک تھے۔ قاضی ظہور احمد اختر لکھتے ہیں:

"حضرت مجدد نے جس سیاسی گھٹن اور جاہ وجلال اقتدار کے ہوتے شاہانِ وقت پر تنقید کی وہ انھیں کا حصہ تھا۔ اس نازک دور میں حکومت یا سربراہانِ حکومت پر تنقید کرنا اتنا آسان نہ تھا جتنا آج آسان ہے۔ ذرا ذرا سی باتوں پر تختۂ دار پر چڑھا دیا جاتا تھا، بلکہ اکبر کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ اپنے مخالفین کو اپنے ہاتھ سے زہر دے کر تڑپا تڑپا کر مار دیا کرتا تھا۔ (فسانۂ سلطنت مغلیہ، ص:130، بحوالہ مجدد نمبر نور اسلام، ص:152/2)

آپ کی حق گوئی کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپ ابوالفضل سے ملنے آئے۔ ابوالفضل کو معلوم ہوا کہ آپ روزے سے ہیں۔ اس نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا، چاند کے متعلق ابھی تک شرعی شہادت فراہم نہیں ہوئی۔ ابوالفضل نے کہا، بادشاہ نے تو حکم دے دیا ہے، اب کیا عذر ہے؟ بے ساختہ آپ کے منہ سے اس وقت یہ جملہ نکلا بادشاہ بے دین است، اعتبار ندارد"۔ (بادشاہ بے دین ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں)۔ (الفرقان، مجدد الف ثانی نمبر، ص:87)

اندازہ کیجیے کہ مغل اعظم کے بہت بڑے "حواری" کے سامنے مغل اعظم پر اس قدر سخت تنقید کرنا کس بے خوفی، حق گوئی اور بہادری کی علامت ہے۔ مکتوبات شریفہ کا مطالعہ کریں، آپ نے حکومت وقت کی خوب خبر لی، مثلاً جہانگیر کے دور میں اس کے باپ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بادشاہ کی درستگی سے عالم کی درستگی ہے اور بادشاہ کے فساد سے عالم کا فساد۔ آپ جانتے ہیں کہ زمانۂ ماضی (یعنی عہد اکبری) میں اہلِ اسلام پر کیا کچھ نہیں گزرا۔ اسلام کی غربت حد کو پہنچی ہوئی تھی۔ اہلِ اسلام کی بدحالی اس سے آگے نہیں بڑھی تھی کہ مسلمان اپنے دین پر رہیں اور کافر اپنے طریقہ پر، جیسا کہ آیت لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ" سے ظاہر ہے۔ لیکن زمانۂ ماضی میں تو یہ حال ہوا کہ کفار تو برملا پورے غلبہ کے ساتھ دار اسلام میں احکام کفر جاری کرتے تھے اور مسلمان احکام اسلام ظاہر کرنے سے عاجز و قاصر تھے، اگر ظاہر کرتے تو قتل کر دیے جاتے تھے۔ (مکتوبات 87، دفتر اول)

حسن أدب:

حضرت امام ربانی قدس سرہ ادب کی دولت سے مالا مال تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ جل سبحانہٗ تعالیٰ جل سلطانہٗ کے کلمات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ درود و سلام کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ جہاں اللہ و رسول کا ذکر خیر کرتے وہاں حسنِ ادب کی تابانیاں قابلِ دید ہوتیں۔ بزرگوں کی بارگاہ میں نہایت عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کرتے۔ مولانا بدرالدین سرہندی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"حضرت مجدد سر تا پا اکابر سلف وخلف کی محبت اور مدحت میں غرق تھے، لیکن اگر ان بزرگوں کے کلام سے آپ نے اعراض فرمایا ہے تو وہ محض نیک نیتی اور حکمت والہام واعلام پر مبنی ہے"۔
(حضرات القدس، ص:152/2)

مزید فرماتے ہیں:

"حضرت مجدد بزرگوں کا ادب جیسا کہ ہونا چاہیے ملحوظ رکھتے

تھے۔ایک مرتبہ آپ کے خاص مریدوں نے کتاب عوارف المعارف پڑھنی شروع کی اور آپ سے استدعا کی کہ اس کی شرح فرمادیں۔چنانچہ آپ نے اس کتاب کے ایک جزو کی شرح نہایت فصیح و بلیغ عربی میں لکھی، لیکن وہاں کہ ہم نے اب اس کا کتاب کی شرح لکھنی چھوڑ دی ہے۔اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی مقام پر ایسی بات آجائے جس سے اس کے مصنف (حضرت شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ) کا ادب ہاتھ سے جاتا رہا ہے۔(ایضاص:153/2)

آپ نے بعض مقامات پر بعض بزرگانِ دین سے اختلاف فرمایا لیکن ہر مقام پر ان کا ادب ملحوظ خاطر رکھا۔حضرت بایزید بسطامی اور حضرت منصور حلاج علیہما الرحمہ کے اقوال کی تاویل و توضیح اس انداز سے کی کہ ان پر کوئی حرف نہ آئے۔یہ آپ کے حسن ادب کا ثبوت ہے۔بعض مقامات پر اختلاف کے باوجود حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے متعلق فرماتے ہیں: کیا عجب معاملہ ہے کہ باوجود اس کلام کے اور ایسی شطح خلاف جواز کے جناب شیخ مقبولانِ بارگاہ کبریا میں سے نظر آتے ہیں اور اولیاء اللہ کی جماعت میں ان کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

برکریماں کارہا دشوار نیست

(مکتوب 77،دفتر سوم)

ایک جگہ ان کے اس طرح شکر گزار ہیں:

"اور جناب شیخ کے بعد جو مشائخ آئے ہیں ان میں سے اکثر نے جناب شیخ کی پیروی کی ہے اور آپ ہی کی اصطلاح کو اختیار کیا ہے۔ہم پس ماندگان انہی بزرگوار کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے ہیں اور ان کے علوم و معارف سے فوائد حاصل کیے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے ان کو جزائے خیر عنایت کرے"۔(مکتوب 79،دفتر سوم)

آپ خود بزرگوں کا احترام کرتے تھے، اس لیے دوسروں سے بھی یہی توقع رکھتے تھے کہ وہ کسی بزرگ کی گستاخی نہ کریں۔بزرگوں کی گستاخی کرنے والے سے اپنا تعلق توڑ لیتے تھے۔جیسا کہ مشہور واقعہ ہے کہ ابوالفضل نے حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کے بارے میں فرمایا: "غزالی نامعقول گفتہ است" آپ کو اس کی تاب نہ ہوئی اور یہ فرما کر فوراً چلے گئے، "اگر ذوق صحبت ما اہل علم داری ازیں حرف ہائے دور از ادب زبان باز دار"۔اگر ہم جیسے اہل علم سے ملنے کا شوق ہے تو ایسی بے ادبی کے الفاظ سے زبان کو روکو۔(زبدۃ المقامات)

آپ اپنے شیخ کامل، مرشد ربانی سید نا محمد عبدالباقی المعروف خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کا بے پناہ ادب کرتے۔خواجہ ہاشم کشمی لکھتے ہیں کہ:

"مجھ سے خواجہ حسام الدین احمد نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ نے مجھے حکم دیا کہ اپنے پیر و مرشد (مجدد الف ثانی) کو بلا لاؤ۔جب میں نے آپ سے حضرت خواجہ کے یاد کرنے کا ذکر کیا تو آپ کے چہرے کا رنگ ایک دم بدل گیا۔خوف کے آثار ظاہر ہو گئے۔انتہائے خشیت سے بدن میں اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی گویا کہ رعشہ طاری ہو گیا ہے۔ان کی اس حالت کو دیکھ کر میں نے دل میں کہا، اب تک سنتا آیا تھا؛ "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" لیکن آج اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔" (زبدۃ المقامات،فصل سوم)

آپ نے اپنے مخدوم زادوں کی خدمت میں ایک مکتوب ارسال فرمایا جس کے ایک ایک حرف سے شکر و ادب کے سوتے ابلتے ہیں:

"حمد و صلوٰۃ کے بعد اپنے مخدوم زادوں کی جناب میں عرض ہے کہ یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد بزرگوار کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے۔فقیر نے اس طریقہ کی الف با کا سبق انہی سے لیا ہے، حضرت خواجہ سے جو اعلیٰ دولت اس فقیر کو ملی ہے اس کے عوض اگر یہ فقیر ساری عمر اپنے سر کو اپنے صاحبان کے عتبۂ عالیہ کے خدام سے پامال کراتا رہے تب بھی ہیچ ہے۔

گر بر تن من زبان شود ہر موئے
یک شکر دے از ہزار نتوانم کرد

حضرت خواجہ کی آستاں بوسی سے یہ فقیر تین مرتبہ مشرف ہوا ہے/(مکتوب 266،دفتر اول)

جب کوئی بزرگ ملنے کے لیے آتا تو اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے اور صدر مجلس میں ان کو جگہ دیتے۔

(حضرات القدس ص:100/2)

آپ متبرک کاغذات کا بہتر احترام کرتے تھے، ایک دن ناگاہ گھبرا کر اٹھے اور ایک کاغذ کو جس پر کچھ تحریر تھا، اٹھایا اور فرمایا: "بے ادبی ہے کہ کوئی تحریر ہم سے نیچے رہ جائے۔" (زبدۃ المقامات)

یہ توصرف کاغذ تھا، حسن ادب کی ایک اور درخشاں مثال دیکھئے:

”ایک دن آپ اسرار و معارف تحریر فرما رہے تھے، ناگاہ ضرورت بشری کی وجہ سے بیت الخلا تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ آپ باہر تشریف لائے اور آپ نے پانی طلب فرماکر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کو دھویا اور آپ نے فرمایا، ناخن پر سیاہی کا دھبہ تھا اور سیاہی حروف قرآنی کے اسباب کتابت میں سے ہے۔ بنابریں لائق ادب نہ سمجھا کہ اس دھبہ کے ہوتے ہوئے طہارت کروں اور پھر آپ برائے طہارت تشریف لے گئے“۔(زبدۃ المقامات فصل ششم)

اسی طرح ایک دفعہ ایک حافظ جس کے سرہانے کے پاس فرش بچھایا ہوا تھا، قراءت میں مشغول ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ آپ جس جگہ بیٹھے ہیں وہ اس فرش سے کسی قدر بلند ہے جس پر حافظ قرآن تلاوت کر رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس زائد فرش کو اپنے پاؤں کے نیچے سے لپیٹ کر کنارے پر کر دیا۔(ایضًا)

ایک دفعہ طہارت خانے میں ایک کوزے پر نظر پڑی جس پہ اللہ تعالیٰ کا اسم جلالت کندہ تھا۔ آپ نے اس کوزے کو اچھی طرح صاف کیا اور نہایت ادب سے اونچی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر جب بھی پانی کی طلب ہوتی، اس کوزے میں پانی نوش فرماتے۔ اسی پر الہام ہوا کہ تم نے ہمارے نام کو بلند کیا ہے، ہم تمھارے نام کو بلند کریں گے۔

اور آپ فرماتے ہیں:

”اگر میں سو سال بھی ریاضت کرتا تو اتنے فیوض و برکات حاصل نہ ہوتے جتنے اس عمل سے حاصل ہوئے۔“

(حضرات القدس، ص:2/113)

عاجزی و انکساری:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اس درجہ شان جلالت کی ایک وجہ آپ کی عاجزی و انکساری ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”جس نے اللہ کے لیے عاجزی کی، اللہ نے اس کا رتبہ بلند کر دیا“۔ جب آپ پر الزام لگا کہ آپ معاذ اللہ اپنے آپ کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل سمجھتے ہیں، آپ نے بھرے دربار میں فرمایا:

”میں تو خود کو سگ سے بہتر نہیں سمجھتا تو پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیسے افضل سمجھ سکتا ہوں۔“(مناقب آدمیہ ورق، ص:171، بحوالہ سیرت مجدد الف ثانی ص:177)

خواجہ ہاشم کشمی فرماتے ہیں:

اس کمترین نے بارہا آپ سے سنا کہ کیا ہم اور کیا ہمارا عمل، جو کچھ بھی ملا ہے، اللہ کا کرم ہے، اور اگر کوئی چیز اس کے کرم کے واسطے بہانہ بنی ہے تو وہ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے۔ ہمارے کام کا مدار اس پر ہے۔(زبدۃ المقامات)

فرماتے ہیں:

”عمل صالح کو تکبر اس طرح تباہ کر دیتا ہے جس طرح لکڑی کو آگ تباہ کر دیتی ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنی پوشیدہ برائیوں اور خامیوں کو یاد کرتا رہے اور اپنی نیکیوں پر پردہ ڈالے، بلکہ اپنی عبادتوں کے ادا کرنے سے شرمندہ ہو۔“(حضرات القدس، ص:167/2)

اوصاف متفرقہ:

(1)- حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ بہت فیاض و دریا دل تھے۔ کبھی نیا لباس پہنتے تو پہلا کسی غریب یا عزیز خادم یا مسافر کو دے دیتے۔ آپ کی خدمت میں پچاس ساٹھ بلکہ سو لوگ علما، عرفا، مشائخ، حفاظ، اشراف و سادات میں سے ہوتے تھے جن کو آپ کے مطبخ سے کھانا ملتا تھا۔(حضرات القدس ص:2/100)

(2)- آپ کو اہل کفر سے سخت نفرت تھی۔ کافروں کی ہرگز تعظیم نہ کرتے گو کہ وہ صاحب حکومت اور صاحب جاہ کیوں نہ ہوتے۔ (حضرات القدس ص:2/100)

(3)- ہر شخص سے سلام میں پہل کرتے۔ مولانا بدرالدین سرہندی فرماتے ہیں، مجھے معلوم نہیں کہ کبھی کوئی شخص سلام میں آپ پر سبقت کر سکا ہو۔(حضرات القدس ص:2/100)

(4)- فرض و سنت کی ادائیگی تو بڑی بات ہے، آپ مستحبات پر بھی سختی سے عمل کرتے تھے۔ ایک دن کالی مرچ کے دانے طلب کیے۔ مولانا صالح ختلانی چھ عدد دانے لے آئے۔ آپ نے رنجیدہ ہو کر فرمایا، ہمارے صوفی کو دیکھو انھوں نے ابھی اللّٰهُ وِتْرٌ وَ يُحِبُّ الْوِتْرَ نہیں سنا۔ اگرچہ یہ عمل مستحب ہے لیکن لوگ مستحب کو کیا سمجھتے ہیں؟ مستحب وہ کام ہے جو اللہ کو پسند ہے، اور اللہ کی پسند پر دنیا و آخرت قربان کر دی جائے تب بھی کچھ نہیں دیا۔(زبدۃ المقامات) ■■■

انوار حیات

مفتی اعظم راجستھان کی دینی خدمات

محمد شاہد علی اشرفی فیضانی

آج دنیا میں اسلام وایمان کی جو بہاریں ہم دیکھ رہے ہیں یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے نیک، سچے، اچھے اور مخلص بندوں کی قربانیوں کا ثمرہ ہے۔ خدا کے انہیں نیک بندوں میں ایک ذات وہ بھی ہے جسے ہم بابائے قوم اشفاق العلما حضرت علامہ الحاج مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی علیہ الرحمہ کے نام سے جانتے پہچانتے ہیں۔

آپ صوبہ اتر پردیش کے ضلع مرادآباد شیونالی گاؤں کے باشندے تھے، آپ کے والدین نے آپ کی تعلیم وتربیت میں کوئی کمی نہ چھوڑی، آپ کے والدین کی یہ آرزو تھی کہ ہمارا بچہ ایک اچھا عالم دین بن کر قوم وملت اور دین کی خدمت کرے، چنانچہ اس معاملے میں آپ کے والدین برابر کوشاں رہے۔ ایک دن وہ آیا کہ آپ کے والدین کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور آپ نے 22 سال کی عمر میں علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت حاصل کرلی اور پھر 1943ء میں مدرسہ اجمل العلوم کے سالانہ جلسۂ دستاربندی کے موقع پر آپ کے سر پر علما ومشائخ کے نورانی ہاتھوں سے العلماء ورثتہ الانبیاء کا تاج زریں رکھا گیا۔

علم دین اور ختم بخاری شریف کی برکت! تحصیل علم سے فراغت کے بعد جب آپ اپنے گھر تشریف لائے تو آپ کی دادی محترمہ جو کہ 14 سال سے نابینا تھیں بغیر کسی سہارے کے چلنا ناممکن تھا، مگر جب آپ نے دادی ماں کو ختم بخاری شریف کی خوشخبری سنائی تو دادی جان کو اس قدر خوشی ہوئی کہ ان کی زائل شدہ بینائی واپس لوٹ آئی، اس واقعہ کے بعد دیکھنے والوں کو یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ کبھی آپ کی دادی صاحبہ نابینا بھی تھیں، یہاں تک کہ انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے 29 کا چاند بھی دیکھ لیا تھا۔ اس واقعہ کے ایک سال بعد تک آپ باحیات رہیں۔ (تلخیص از مفتی اعظم راجستھان، ص12)

سبحان اللہ یہ ہے علم دین کی برکت اور ختم بخاری شریف کا خصوصی فیضان کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی دادی صاحبہ کی ختم شدہ بینائی کو واپس لوٹا دیا۔

تبلیغ دین کا آغاز! تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ دو سال تک اپنے وطن شیونالی ہی میں رہے اور اپنے علاقہ ہی میں دین وسنیت کی خدمت انجام دیتے رہے۔ 1945ء میں آپ اپنے اساتذہ کرام کے حکم پر صوبہ راجستھان کے شہر پالی مارواڑ تشریف لائے اور یہیں سے آپ نے باقاعدہ امامت وخطابت کے ذریعہ دین کی تبلیغ واشاعت کا آغاز کیا اور دو سال تک انتہائی خلوص وللّٰہیت کے ساتھ تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

مگر ابھی آپ کو پالی تشریف لائے ہوئے دو سال کا عرصہ ہوا تھا کہ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ کے تحت اچانک آپ کے والد بزرگوار کے انتقال پر ملال کی خبر موصول ہوئی، پھر کیا تھا کہ اس صدمہ جاں کاہ نے آپ کو بے چین وبے قرار کردیا پھر وہاں سے آپ کسی طرح اپنے وطن پہنچے، اہل خانہ کی سوگواری دیکھی نہ گئی اور آپ بھی ان کے ساتھ حزن وملال میں ڈوب کر رہ گئے- والد بزرگوار کے وصال کے بعد اب گھریلو حالات بہت ہی کمزور ہو چکے تھے، اب تقاضا یہ تھا کہ آپ ہمیشہ کے لیے اب گھر پر ہی رہ کر خانگی زندگی میں سدھار لانے کے لیے کسب معاش کرتے، مگر نہیں- اس لیے کہ رب العالمین جل جلالہ کو آپ کی ذات سے دین کا کام لینا تھا- ابھی آپ نے مستقبل کے لیے کوئی حتمی فیصلہ نہیں لیا تھا کہ کیا کرنا ہے کیا نہیں؟

بس اسی دوران مدرسہ اسحاقیہ جودھپور کے کچھ باذوق منتظمین افراد نے اہل پالی کو راضی کر کے آپ کو مدرسہ اسحاقیہ میں بحیثیت صدر المدرسین آنے کی دعوت پیش کی جسے آپ نے بخوشی قبول کرلیا- اور پھر 1948ء میں آپ بحیثیت صدر المدرسین مدرسہ اسحاقیہ جودھپور میں تشریف لائے۔

اسحاقیہ مکتب سے دار العلوم تک: جس وقت آپ مدرسہ اسحاقیہ جودھپور میں تشریف لائے اس وقت مدرسہ کا تعلیمی معیار بہت ہی کمزور ہو چکا تھا- مفتی صاحب قبلہ اس ادارہ کو تنزلی سے ترقی کی راہ پر لانے کے لیے رات دن کوششیں فرماتے رہے، اور یہ کام کوئی آسان نہ تھا- اس

کااندازہ وہی لگا سکتے ہیں جنہیں ایسے مراحل سے گزرنے کا سابقہ پڑا ہو۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ نے مدرسہ اسحاقیہ سے متصل زندہ شاہ مسجد کے حجرہ میں چند طلبہ کو عربی وفارسی کی تعلیم دینا شروع کی اور پوری جدوجہد کے ساتھ طلبہ کی تعلیم وتربیت میں مصروف عمل ہو گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی تعلیم وتربیت کا شہرہ ہر چہار جانب پھیل گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس شمع شبستان علم کے گرد پورے صوبہ راجستھان سے تشنگان علوم نبویہ پروانہ وار حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھانے لگے۔ اور پھر دھیرے دھیرے مدرسہ اسحاقیہ کی فضائیں قرآن واحادیث، فقہ وتفسیر وغیرہ علوم وفنون کے پاکیزہ نغمات سے گونج اٹھیں۔

اس طرح آپ نے اس ادارے کو تعلیمی میدان میں چمکا کر اسے مراتب عالیہ اور مدارج رفیعہ تک پہنچانے میں کوئی کمی باقی نہ رکھی حتیٰ کہ مدرسہ کی مالی حالت بھی بہت خستہ ہو چکی تھی، کہ آپ کو جو ماہانہ تنخواہ ساٹھ روپے طے ہوئی تھی وہ بھی کئی کئی ماہ تک نہیں ملتی، حتیٰ کہ آپ اپنا خرچ چلانے کے لیے اپنے گھر سے پیسہ منگوایا کرتے تھے۔ مگر پھر بھی اس مرد قلندر درویش کامل نے ہمت نہ ہاری اور توکل علی اللہ اپنے دینی وعلمی مشن کو آگے بڑھاتے رہے اور اس راہ میں آنے والے تمام مصائب وآلام کو خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کیا اور زبان پر کبھی اس تعلق سے حرف شکایت نہ لائے۔ آپ کے خلوص وللٰہیت کا نتیجہ ہے کہ آج اسحاقیہ مکتب سے ایک بڑے دارالعلوم کی شکل میں تبدیل ہو کر اہل راجستھان کے دلوں کی دھڑکن اور مرکز اہلسنت بن گیا۔

الحمد اللہ آج اس ادارہ کے فارغین دنیا بھر میں دین وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔

1956ء میں حضور مفتی اعظم ہند اور حضور محدث اعظم ہند علیہما الرحمۃ والرضوان جودھپور تشریف لائے اور مدرسہ اسحاقیہ کے لیے خصوصی دعائیں فرمائیں حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی قدس سرہ العزیز نے حضور مفتی اعظم راجستھان کے چہرے پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا کہ: مولانا اس ادارے کا مستقبل بڑا تابناک ہے اسے نہ چھوڑیے گا آپ کو یہاں سے جانے کی اجازت نہیں۔(تلخیص از مفتی اعظم راجستھان)

فتویٰ نویسی! حضور مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمۃ نے جہاں امامت وخطابت، درس وتدریس کے ذریعے قوم وملت اور دین وسنیت کی بے لوث خدمات انجام دی ہیں وہیں فتویٰ نویسی کے ذریعہ بھی دین کی شاندار خدمات انجام دیں۔ آپ کی فتویٰ نویسی پر تبصرہ کرتے ہوئے استاذ محترم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شاہد علی مصباحی تحریر فرماتے ہیں کہ :دارالعلوم اسحاقیہ کی نشاۃ ثانیہ کے ساتھ ہی ہر چہار جانب سے استفتا آنے شروع ہو گئے اور آپ درس وتدریس کے اہتمام وانصرام اور دیگر مصروفیات کے باوجود سائلین کو نہایت مدلل اور شافی جواب مرحمت فرماتے اور فتویٰ اس قدر غور وفکر کے بعد مرتب کرتے کہ کبھی رجوع کی نوبت نہ آئی۔

حضور مفتی اعظم راجستھان کو فن افتا میں تائید ربانی حاصل تھی آپ نے اپنی تدریسی زندگی میں ہزاروں فتاوے لکھ کر قوم کی دینی وملی ضرورتیں پوری فرمائی اور ان کی الجھی ہوئی گتھیاں سلجھا کر انہیں احکام شرعیہ پر عمل پیرا کر دیا۔ آپ کو فقہ کے غامض مسائل اور جزئیات پر عبور حاصل تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ کے فتاویٰ تائیدی عبارات اور نکتہ آفرینی سے مزین ہوتے۔ فتویٰ نویسی میں آپ کے کمال ہی کو دیکھ کر معاصر علما نے آپ کو مفتی اعظم راجستھان کے لقب سے نوازا جو واقع کے عین مطابق ہے۔ آپ مفتی اعظم راجستھان کے لقب سے اس قدر مشہور ہوئے کہ اس کے پیچھے اصل نام دب سا گیا اور آج اہل راجستھان آپ کو اصل نام سے کم اور مفتی اعظم راجستھان کے لقب سے زیادہ جانتے ہیں۔(مفتی اعظم راجستھان: ص:46،47)

وعظ ونصیحت: حضور مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ نے پروگراموں میں شرکت فرما کر وعظ ونصیحت کے ذریعہ بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ الٰہی کو بحسن خوبی انجام دیا۔ وعظ ونصیحت بھی عوام کی اصلاح اور ان کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کا ایک بہترین ذریعہ ہے، ہمارے اسلاف کرام نے بھی دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے اس طریقہ کو اپنایا اور اپنے پر اثر وعظ ونصیحت کے ذریعہ مخلوق خدا کی بگڑی ہوئی زندگیوں کو سنوارا، حضرت کی تقریر وعظ ونصیحت اور بیان باثر ہوتے تھے، اس لیے کہ آپ کا بیان خودستائی، خودغرضی، مطلب پرستی اور حرص وطمع کے لیے نہیں بلکہ خالص لوجہ اللہ قوم وملت کی اصلاح کے لیے ہوا کرتے تھے۔ خود فقیر راقم الحروف کو بھی بارہا حضرت کے خطابات سننے کا موقع میسر آیا۔ آپ کا بیان دل نشیں، جامع اور پر مغز ہوتا کہ عوام تو عوام علمائے کرام بھی آپ کے بیان سے مستفیض ہوتے۔ اہل محفل پر ایک عجیب سی کیفیت چھا جاتی۔ آپ کا بیان وخطاب قرآنی آیات واحادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگوں کے اقوال واقعات سے مدلل وپر مغز ہوتا۔ آپ کا خطاب وبیان مختصر ضرور ہوتا مگر بڑے بڑے واعظین ومقررین اور خطبا کی گھنٹوں کی خطابات پر بھاری ہوتا۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔

اللہ پاک ہم سب کو حضور مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کے چھوڑے ہوئے مشن کو آگے بڑھانے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العلمین ****

یونیفارم سول کوڈ: ایک تجزیاتی مطالعہ

محمد شعیب رضا نظامی فیضی

وطن عزیز ہندوستان میں ایک عرصہ دراز سے یکساں شہری قانون (Uniform Sivil Code) نافذ کرنے کی جدوجہد جاری ہے اور مسلسل ملک کا ایک طبقہ جس میں بڑی تعداد ہندوؤں کی اور کچھ مسلمانوں کی ہے اسے نافذ کرنے کے لیے ذہن سازی کی سعی پیہم کر رہا ہے اور موجودہ دور میں اس کے نفاذ کے لیے ہمارے ملک کا ایک سیاسی طبقہ کچھ زیادہ ہی بیقرار نظر آرہا ہے جبکہ دوسرا طبقہ اسکی مخالفت کر رہا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یکساں سول کوڈ ہے کیا؟ اور مسلمان (خاص طور پر) اسکی شدید مخالفت کیوں کرتا ہے؟

یکساں سول کوڈ (Uniform Sivil Code) در اصل وہ قوانین ہیں جو کسی مخصوص خطہ زمین کے باشندوں کی سماجی اور عائلی زندگی کے لیے بنائے گئے ہوں، ان قوانین کے تحت ہر فرد کی ذاتی اور خاندانی زندگی کے معاملات آتے ہیں اور ان قوانین کے نفاذ میں کسی شخص کے مذہب، اس کی تہذیب و تمدن کا اور رسم و رواج کا خیال نہیں کیا جاتا ہے، سبھی مذاہب کے ماننے والوں کے لیے ایک ہی قانون ہوتا ہے

اور رہا یہ سوال کہ مسلمان اس کی مخالفت کیوں کرتا ہے تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ یکساں سول کوڈ کے نفاذ سے مذہبی آزادی مسلوب ہو جائے گی جب کہ ہمارا ملک ایک ایسا چمن ہے جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے بسیرا ڈالتے ہیں اور ہر مذہب کا اپنا الگ دستور ہے لہذا اگر سبھی پر ایک ہی دستور نافذ کیا جائے گا تو نہ صرف مسلم طبقہ حرج میں پڑے گا بلکہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی بھی مذہبی آزادی چھن جائے گی۔

دیگر اہم سوال یہ بھی ہے کہ اگر یکساں سول کوڈ کو نافذ بھی کر دیا جائے تو وہ کون سا قانون ہوگا؟ کس مذہب کی ترجمانی کرے گا، کس دھرم کے مطابق ہوگا؟ یہ بات تو ظاہر کہ کسی ایک دستور میں سبھی مذاہب کی مطابقت نہیں ہو سکتی اسے صرف کسی ایک مذہب کی حمایت حاصل ہوگی اور مساوات کا نعرہ لگانے والے حضرات نے موقع در موقع اسکی وضاحت بھی کر دی ہے کہ "یکساں سول کوڈ" وہ "ھندو کوڈ" ہوگا جیسا کہ سابق مرکزی وزیر قانون مسٹر پاٹسکر نے ایک پریس کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "ھندو قوانین میں جو اصلاحات کی جارہی ہیں وہ مستقبل قریب میں ہندوستان کی تمام آبادی پر نافذ کی جائے گی اگر ہم ایسا قانون بنانے میں کامیاب ہو گئے جو ہماری پچاسی فی صد آبادی کے لیے ہو تو باقی آبادی پر اسے نافذ کرنا مشکل نہ ہوگا، اس قانون سے پورے ملک میں یکسانیت پیدا ہوگی"

متذکرہ بالا بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حکومت اور حامی طبقہ یکساں سول کوڈ کے بہانے "ھندو کوڈ" نافذ کرنے کی فراق میں ہے اور اگر بالفرض مان لیا جائے کہ "ھندو کوڈ" کے بجائے "مسلم پرسنل لاء" یا دیگر مذاہب کے پرسنل لاء کو یکساں سول کوڈ بنایا جائے گا تو اس طریقہ کار سے دوسرے مذاہب کے ماننے والے لوگوں کے جذبات مجروح ہونگے لہذا یہ قطعی ناپسندیدہ امر ہے کہ ملک کے غیر مسلم شہریوں کی مذہبی آزادی ختم کر دی جائے اور انکے شخصی قوانین کو مٹا کر جبراً ان پر اسلامی قوانین یا دیگر مذہبی قوانین نافذ کیا جائے اور رہی بات کسی ایسے قانون کی جو سبھی مذہبوں کی ترجمانی کرے تو اسکے لیے یکساں سول کوڈ کی ضرورت نہیں بلکہ ملک میں پہلے سے ہی الگ الگ مذاہب کے ماننے والوں کے لیے کچھ الگ الگ قانون بنے ہیں مثلاً ھندو میریج ایکٹ (Hindu Marriage Act)، ہندو سکسیشن ایکٹ (Hindu Succession Act)، ہندو ایڈاپشن اینڈ مینٹیننس ایکٹ (Hindu Adoption and Mainteenance Act) نامی کئی طرح کے الگ قانون ہیں جبکہ مسلمانوں کے لیے "مسلم پرسنل لاء" ہے اور عیسائیوں کے لیے الگ پرسنل لاء ہے تو اب یکساں سول کوڈ کی ضرورت ہی نہ رہی۔

رہنما اصول برائے قانون میں تضاد اور اسکا ممکنہ حل

ہندوستانی دستور کے رہنما اصول (Directive Priciples) میں یکساں سول کوڈ کا ذکر دفعہ 44 (Article 44) میں کیا گیا ہے:

The state shall endeavor to secure a Uniform civil code throughout the territory of India.

یعنی ریاست کوشش کرے گی کہ پورے ملک میں شہریوں کے لئے یکساں شہری قانون ہو۔

جبکہ دفعہ 25(Article 25)میں یہ بات بھی موجود ہے کہ:

Subject to public order, morality and health and to the other provisions of this part, all persons are equally entitled to freedom of conscience and the right freely to profess, parches and propagate religion

یعنی امن عامہ، اخلاق، صحت اور اس قسم کے دوسرے احکام کے تابع رہ کر تمام لوگوں کو ضمیر کی آزادی، مذہب کے اختیار کرنے، اس پر عمل کرنے اور اسکی اشاعت کا مساوی حق ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ دونوں دفعات میں تضاد ہے حکومت اگر دفعہ 44 پر عمل کرے گی تو دفعہ 25 پر عمل ممکن نہیں اور دفعہ 25 پر عمل پیرا ہو تو دفعہ 44 کی خلاف ورزی ہوگی لہذا اس تضاد کی صورت میں کوئی ممکنہ حل تلاش کرنا ضروری ہے جس سے کہ دونوں دفعات پر عمل کیا جا سکے، جس کی ایک تدبیر یہ ہو سکتی ہے کہ دفعہ 25 کے مطابق تمام لوگوں کو مذہبی آزادی دے دی جائے اور دفعہ 44 کو سبھی پر یکساں نافذ نہ کرکے ہر مذہب کا الگ لیکن یکساں پرسنل لاء بنا دی جائے جس سے کہ پورے ملک میں اس مذہب کے ماننے والے سبھی لوگ اس پر عمل کریں اور رہی بات اس کے برعکس کی تو خیال رہے کہ جب ایوان بالا میں 1950ء کو دستور کے رہنما اصول کی ورق گردانی ہو رہی تھی اور جب دفعہ 44 کی خواندگی ہوئی تو کافی ہنگامہ ہوا تھا اور اسی موقع پر ڈاکٹر بی آر امبیڈکر نے یہ بات کہی تھی کہ "یہ محض حکومت کو اختیار دیا جا رہا ہے جس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مذہبی شخصی قوانین کو ختم کر دینا ضروری ہوگا، خواہ ملک کے مسلمان، عیسائی یا کوئی اور فرقہ اس سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ کرے کسی کو یہ خطرہ نہیں ہونی چاہیئے کہ صرف اختیار مل جانے سے حکومت اس پر عمل کے لیے اصرار کرے گی"۔

دیگر ممالک اور یکساں سول کوڈ:

یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی حمایت میں حامیان یکساں سول کوڈ کی جانب یہ حوالہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ کئی ایسے ممالک (مسلمہ) ہیں جہاں یکساں سول کوڈ نافذ ہے پس جب ان دیگر ممالک (مسلمہ) میں یکساں سول کوڈ نافذ کیا جا سکتا ہے تو ہمارے ملک میں کیوں نہیں؟ اس حوالہ کی تحقیق کے لیے اولاً ذیل کا نقشہ ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ ان ممالک کی آبادی میں اکثریت(Majority)و

اقلیتی فرقہ میں آبادی کا تناسب کتنا ہے؟

اسمائے ممالک	اکثریت فرقہ فیصد	اقلیت فرقہ فیصد	حوالہ جات
پاکستان	96.4٪	3.6٪	est 2010*
بنگلہ دیش	88.4٪	11.6٪	est 2018*
ملیشیا	61.3٪	38.7٪	est 2010*
مصر	90٪	10٪	est 2015*
سوڈان	73.3٪	1.7٪ باقی لوگ کسی مذہب کو نہیں مانتے ہیں۔	

Global Religious Futures
*The world factbook

مندرجہ بالا نقشہ سے صاف ظاہر ہے کہ ملیشیا کو چھوڑ کر کوئی ایسا ملک نہیں جس میں اقلیت (Minority) کا تناسب آبادی 20 بیس فی صد ہو لہذا ان ممالک میں یکساں سول کوڈ نافذ کرنے میں زیادہ حرج نہیں ہے لیکن ہمارے ملک میں اقلت 1.20 بیس عشاریہ ایک فی صد ہے، جس سے بڑا حرج پیدا ہو جاتا ہے نیز ان ممالک کی کل آبادی بھی ہمارے ملک کی طرح 125 کروڑ نہیں۔

اتحاد یا اختلاف مقصد کیا؟

ملک کی ترقی و خوشحالی کیلیے اتحاد اور قومی یکجہتی ایک اہم ضرورت ہے اور ہندوستان میں سکونت پزیر مختلف فرقوں کے درمیان دوستی، خیر سگالی اور باہمی رواداری کے جذبہ کو فروغ دینا بہترین ملکی خدمت ہے لیکن قومی یکجہتی کے نام پر مذہبی قوانین کو آڑے ہاتھوں لینا باشندگان وطن کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا ہے جو کہ اتحاد نہیں بلکہ اختلاف و فساد کی اہم جڑ ہے اور ملک کی سالمیت کے لیے بڑا خطرہ ہے کیونکہ قومی یکجہتی اور سیکولرزم کا یکساں سول کوڈ سے ایک حد تک کوئی تعلق ہی نہیں مشاہدہ ہے کہ آج تک ملک میں کبھی دو الگ فرقوں کے درمیان نکاح، طلاق اور وراثت کا مسئلہ نہیں الجھا اس لیے کہ دو الگ فرقہ کے افراد کے درمیان نکاح اور رشتہ ہوتا ہی نہیں تو طلاق و وراثت کا مسئلہ کہاں سے پیدا ہوگا۔ لہذا حکومت اور حامیان یکساں سول کوڈ کو تنگ نظری کی بجائے وسعت فکر اور تعصب پرستی کو بالائے طاق رکھ کر سوچنا چاہیئے کہ باشندگان وطن کو کس طرح ملی و قومی مسائل میں یکجا کیا جائے نہ کہ مذہبی مسائل میں یکجا کرنے کی کوشش کر ملک کے اتحاد کا شیرازہ بکھیرنا چاہیئے۔ ***

نقطۂ نظر

کامن سول کوڈ کے نقصانات

افضل العلماء مفتی محمد علی قاضی، مصباحی، جمالی، نوری

دستور ہند کی دفعہ 44! طلاق ثلثہ، تعدد ازواج، حجاب، حلال وغیرہا مسائل تو محض ایک بہانہ ہیں دراصل مسلم پرسنل لاء کو پوری طرح سے ختم کرنا ہے اس کی جگہ ایسے سول کوڈ کو نافذ کرنے کے لیے راہ ہموار کرنا ہے جو تمام فرقوں کے لیے یکساں ہو جس میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی امتیاز نہ ہو اور اسلام یا کسی اور مذہب کا عائلی قانون باقی نہ رہے۔ دستور ہند کے دفعہ 44 نے جو رہنما اصولوں میں سے ہے اس کے لیے اساس مہیا کر دی ہے۔ اس دفعہ میں کہا گیا ہے

The State shall endeavor to secure for citizens a Uniform Civil Code throughout the territory of India یعنی ریاست کوشش کرے گی کہ پورے ملک میں شہریوں کے لیے یکساں سول کوڈ ہو مگر یہ محض ایک رہنما اصول (Directive Principles) ہے اس پر دستور کے بنیادی حقوق (Fundamental Rights) کو بہر حال فوقیت رہے گی جس میں کہا گیا ہے کہ تمام لوگوں کو یکساں طور سے ضمیر کی آزادی حاصل ہوگی اور اپنے مذہب کو آزادانہ طور پر اختیار کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا بھی حق حاصل ہوگا۔ (دفعہ 25)۔

یکساں سول کوڈ (Uniform Civil Code)! ملک کی دستور ساز اسمبلی میں جس وقت دستور کی دفعہ 44 پر غور ہو رہا تھا اس وقت مسلم ممبران پارلیمنٹ نے متعدد ترمیمات پیش کی تھیں۔ کے ایم منشی نے یہاں تک کہا تھا

It was the desire of the framers of the Constitution the divorce religion from personal law.

یعنی دستور کی تشکیل دینے والوں کی یہ خواہش ہے کہ مذہب کو پرسنل لاء سے طلاق دلوائی جائے۔ لیکن امبیڈکر جی نے مسلمانوں کو یقین دلایا تھا کہ یکساں سول کوڈ ان پر زبردستی مسلط نہ کیا جائے گا۔

(مسلم پرسنل لاء و یکساں سول کوڈ از شمس پیرزادہ)۔

اگر ملک میں یکساں سول کوڈ نافذ ہو گیا تو کیا ہوگا؟ نفاذ کے نتیجے میں شریعت اسلامیہ کے بے شمار اصول واحکام ترمیم وتنسیخ کے زد میں آجائیں گے مثلاً (1) قرآن وسنت کے بہت سارے احکامات وتعلیمات میں ترمیم وتنسیخ کا راستہ کھل جائے گا جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(الف) سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (الفتح 48 آیت 23)

ترجمہ! اللہ کا دستور ہے کہ پہلے سے چلا آتا ہے اور ہرگز تم اللہ کا دستور بدلتا نہ پاؤ گے۔

(ب) اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ (الانعام 6 آیت 115)

ترجمہ! تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کا فیصلہ چاہوں اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری اور جن کو ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سچ اترا ہے تو اے سننے والے تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں۔

(2) تعدد ازدواج ممنوع ہو جائے گا جب کہ ارشاد ہوتا ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (النساء 4 آیت 3)

ترجمہ! تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں پسند آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔

(3) طلاق کا اختیار شوہر کو نہ ہوگا بلکہ عدالت کو ہوگا جب کہ ارشاد ہوتا ہے:

جنرل سکریٹری جماعت اہلسنت کرناٹک

الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّکَاحِ (البقرہ 237)

ترجمہ! جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے (شوہر)۔

حدیث: اَلطَّلَاقُ لِمَنْ اَخَذَ بِالسَّاقِ یعنی طلاق کا مالک وہی ہے جو عورت سے جماع کرے۔

(4) وراثت کی تقسیم میں لڑکا اور لڑکی کا حصہ برابر ہوگا جب کہ ارشاد ہوتا ہے:

(الف) یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (النساء 4 آیت 11)

ترجمہ! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے (اگر میت نے بیٹے بیٹیاں دونوں چھوڑی ہوں تو)

(ب) وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (النساء آیت 176)

ترجمہ! اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر۔

(5) اور قرآن کی بے شمار سورتیں مثلا سورہ بقرہ، نساء، طلاق اور تحریم اور دیگر قرآنی آیات مبارکہ کے احکامات کو بھول جانا ہوگا۔

یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ کے حامیوں کا کہنا ہے کہ عائلی قوانین سے ملک کے سیکولر کردار کو دھکا پہونچے گا۔ سیکولر ہونے کا تقاضا ہے کہ تمام شہریوں کے عائلی قوانین میں یکسانیت ہو کیونکہ الگ الگ عائلی قوانین ان کے درمیان امتیاز (Discrimination) پیدا کرنے کے ہم معنی ہوگا۔ اور قومی یکجہتی National Integration کے لیے بھی ضروری ہے کہ یکساں سول کوڈ کو جاری کیا جائے۔ اگر اس منطق کو قبول کیا جائے تو پھر کل چل کر (Union Worship Code, Uniform Moral Code) یعنی ملک میں یکساں ضابطۂ پرستش و یکساں ضابطۂ اخلاق بھی بن سکتا ہے۔ اور یہ دلیل دی جائے گی کہ یکساں ضابطۂ پرستش کے تحت مندر و مسجد کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا۔ اور یکساں ضابطۂ اخلاق کے تحت بیٹا کل اپنے باپ سے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں اور تم برابر و یکساں ہیں لہٰذا میں ہی کیوں تمھاری فرمانبرداری کروں؟ تم بھی تو میرا کہا مانو

بریں عقل و دانش بباید گریست

ایسے ہی موقعوں کے لیے یہ آیت کریمہ خوب صادق آتی ہے:

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ.

(الانعام 6 آیت 117)

ترجمہ! اور اے سننے والے زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں وہ صرف گمان (بصیرت وحق شناسی سے محروم) کے پیچھے ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون بہکا اس کی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔ ساری دنیا کے عقلمند و دانشور اور اہل علم و حکمت جمع ہو کر بھی انسانوں کے حق میں کیا مفید ہے اور کیا مضر؟ اُن کے حق میں کیا سود مند ہے اور کیا مضرت رساں؟ اور اُن کے لیے کیا بھلا ہے اور کیا برا؟ اِس کا فیصلہ کرنا اُن کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ صرف دنیا پیدا کرنے والے اور حیات و کائنات کو وجود بخشنے والے اللہ رب العزت یعنی فاطرُ السمٰوٰتِ والارضِ ہی کا کام ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کونسا لائحہء حیات اور کون سا دستور العمل کب اور کہاں؟ کس کے لیے اور کب تک جاری رہے اور یا منسوخ کر دیا جائے۔ ہمارے دستور و منشور اور ہمارے بنائے گئے قوانین و ضوابط نہ صرف ادھورے و نامکمل ہیں بلکہ یقین کامل و اعتماد کلی کی دولت سے محروم ہیں۔ یہ تو صرف ہمارے ذہن و دماغ کی اختراع اور ہمارے تجربات و مشاہدات کا ایک تخمینہ ہے۔

اسی لیے رسول اعظم ﷺ کی شان رسالت وعظمت نبوت اور ان کی تعلیماتِ صداقت کے حوالے سے احکم الحاکمین نے قرآن کریم میں یہ فیصلہ حق سنایا اور سند یقین و صداقت عطا کیا:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

(النجم 53 آیات 3-4)

ترجمہ! اور کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآن ہو کہ احادیثِ رسول اعظم ﷺ سب اللہ تعالی کے احکامات ہیں اور دین الٰہی کے قوانین و ہدایات ہیں۔ بھارت کے 11 کروڑ غیر ہندو آدی واسی یکساں سول کے مخالف! ہمارے ملک کی گنگا

جمنی اور رنگا رنگی تہذیب کا امتیاز کثرت میں وحدت (Unity in Diversity) سے ہے۔ چنانچہ ملک کی گیارہ کروڑ سے زیادہ، ایک بڑی آبادی قبائلی آدی واسیوں کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ ہندو نہیں ہیں کیونکہ وہ بتوں کی نہیں بلکہ مظاہر فطرت کی پوجا کرتے ہیں اور اپنے مردوں کو جلاتے نہیں بلکہ زمین میں دفناتے ہیں۔ اوران کے یہاں شادی بھی ہندو تہذیب سے مختلف انداز میں رچائی جاتی ہے۔ اگر یکساں سول کوڈ کا ملک میں نفاذ ہوگا تو اُن کا کہنا ہے ہماری ممتاز ومنفرد مذہبی تہذیب وثقافت، ہماری تعدد ازدواج اور بیک وقت ایک سے زیادہ شوہر رکھنے کی قدیم روایت پر اور ہمارے آئینی حقوق پر کاری ضرب لگے گی اور یہ ہم برداشت نہیں کریں گے۔ اسی لیے انہوں نے حال ہی میں ملک کی عدالت عظمیٰ سے رجوع کیا ہے۔ ایک اخباری رپورٹ کا یہ خلاصہ ہدیۂ قارئین ہے۔

A group representing interests of tribals has approached the Supreme Court, contending that any direction to impose Uniform Civil Code would affect their distinct customs, culture, heritage and religious practices, including their right to practice polygamy and polyandry (D.H.21,October 2016).

ملک کی عدلیہ ہی کو حکومت ہند سے براہ راست یہ سوال کرنا چاہئے کہ اس نے دفعہ 44 کی تنفیذ کے لیے کیا کیا اقدامات کئے ہیں۔ ملک میں سیکولر اور مشترکہ سول کوڈ کی وکالت کرنے والی تنظیموں کو بھی حکومت ہند سے مطالبہ کرنا چاہئے کہ دفعہ 44 کی تنفیذ کے لیے کئے گئے اقدامات پر قرطاس ابیض جاری کرے اور اگر اس سمت ابھی تک کچھ نہیں ہوا ہے تو پھر اس کا مطلب سمجھنا چاہئے کہ حالات نے ثابت کر دیا ہے کہ یکساں سول کوڈ کا نفاذ ایک ملی جلی تہذیب والے ملک میں ناممکن الحصول امر ہے۔ اگر کامن سول کوڈ لانا ہو تو ہندوؤں کی شادی کوڈ کو منسوخ کرنا ہوگا، سکھوں سے کرپال رکھنے، جینیوں کو ننگا رہنے سے روکنا ہوگا، مذہبی مقامات پر نشہ خوری پر پابندی لگانا ہوگا کیوں کہ یہ سب بھی آئینی دفعات کے مخالف ہیں لیکن ان سبھوں کو مذہبی معاملات بتا کر اجازت دی گئی۔

*****

(ص:13 کا بقیہ) آج ترقی کا دور ہے۔ آستھا کی بنیاد پر کسی عبادت گاہ کا وجود ثابت کرنا اس سائنٹفک دور میں کوئی معنی نہیں رکھتا، لیکن ہمارے سیاسی لیڈر عوام کے مذہبی جذبات کا استحصال کرتے ہوئے ان ہی بے معنی موضوعات کو ہوا دے رہے ہیں۔ جب کہ ترقی یافتہ سماج کے لوگ نئی سوچ کے ساتھ خود کو آگے کی جانب بڑھا رہے ہیں۔ یہ ہمارے لیے شرم کی بات ہے کہ ہم ترقی کا راستہ چھوڑ کر آج بھی تباہی کا راستہ اختیار کر رہے ہیں۔ آج پوجا استھلوں کے لیے مرمٹنے کا زمانہ نہیں ہے۔ آج ملک کو اور خود کو ترقی کے راستے پر آگے بڑھانے کا وقت ہے۔ لیکن افسوس ہم مستقل دیکھ رہے ہیں کہ حصول آزادی کے بعد بھی مختلف قسم کی فرقہ پرستیوں کا بخار پھیلتا ہی جا رہا ہے۔

عجیب بدقسمتی ہے کہ ترقیاتی کاموں کے بجائے حکومتی بجٹ کا ایک حصہ بظاہر فرقہ وارانہ فسادات کی آگ کو ٹھنڈا کرانے میں خرچ ہوتا ہے۔

برطانوی حکومت کے دور میں اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کی غرض سے انگریزوں نے ہندوستانی معاشرے میں پھوٹ ڈالنے کی غرض سے فرقہ پرستی کی تخم ریزی کی۔ آزاد ہندوستان نے ہر شعبے میں انگریزوں کی بنائی ہوئی پالیسیوں کی ہی پیروی کی، انگریزوں نے 'پھوٹ ڈالو، راج کرو' کی پالیسی اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے اختیار کی تھی۔ آزاد ہندوستان کی حکومتوں نے اسی پالیسی کو ووٹ کے ذریعے اقتدار ہتھیانے کے لیے نافذ کیا ہے۔

افسوس اس ضمن میں مسلم قائدین کا رول - خواہ وہ مذہبی قائدین ہوں یا سیاسی قائدین — بہت مایوس کن رہا ہے۔ سیاسی قائدین تو اپنی پارٹی لائن سے ہٹ کر زبان کھولنے یا کچھ کرنے کی ہمت ہی نہیں رکھتے، رہے مذہبی قائدین تو وہ صرف 'تشویش' ظاہر کرنے اور مذمتی بیان جاری کرنے سے زیادہ کچھ کرتے نظر نہیں آتے۔ دوسری طرف داخلی انتشار اور ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ بازی نے ملت کو توڑ کر رکھ دیا ہے، جس کا احساس شرپسند عناصر کو بھی ہے۔ بین المذہبی فرقہ پرستی کے ساتھ اس داخلی فرقہ پرستی کو ختم کرنا اور باہم متحد ہونا بھی بہت ضروری ہے، ورنہ صرف چیخنے چلانے اور 'تشویش' ظاہر کرنے سے مسئلہ تو حل نہیں ہوگا، صورت حال مزید بگڑتی جائے گی بلکہ مسلسل تیزی کے ساتھ بگڑ رہی ہے۔ ■■■

عصر حاضر

کڑوا شربت

گذشتہ 5 برسوں میں دیگر مذاہب کے 13 کروڑ افراد نے مذہب اسلام قبول کیا

انس مسرور انصاری

ایک عالمی سروے کے مطابق گزشتہ پانچ سالوں میں دوسرے مذاہب کے تیرہ کروڑ افراد نے مذہب اسلام کو قبول کیا۔ ان میں ہر قوم ہر طبقہ ہر فرقہ اور فکر وخیال کے افراد شامل ہیں۔ اعلا درجہ کے تعلیم یافتہ افراد کے علاوہ پسماندہ، ناخواندہ۔ آدی واسی حلقہ بگوش اسلام ہورہے ہیں۔ اخبارات اور سوشل میڈیا کے مطابق گزشتہ دنوں شہر مرادآباد (یو، پی) میں پچاس دلتوں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا جن کو کلمہء طیبہ پڑھتے ہوئے ایک ویڈیو میں دکھایا گیا ہے۔ (ایسی خبروں کو میڈیا والے ظاہر نہیں کرتے)

دنیا میں تیزی کے ساتھ اسلام پھیل رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ اسلام دنیا کا سب سے زیادہ مقبول عام مذہب ہوجائے گا۔ اس کی بنیادی وجہ اسلام کی اپنی کشش، اس کا نظام حیات و کائنات اور اس کے دشمنوں کی طرف سے پھیلائی جانے والی غلط فہمیاں اور نفرت انگیزیاں ہیں۔ قرآن کریم کے نسخوں کی بے حرمتی اور اس کو جلانا۔ پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخیاں اور مسلمانوں کے خلاف انتہائی ظالمانہ شرانگیزیاں۔ ایسے معاملات ہیں جو صالح ذہن وفکر کے عناصر اور غیر متعصب، انصاف پسند افراد کو سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ آخر اسلام میں ایسا کیا ہے جس کے خلاف اس قدر شور شرابے اور ہنگامے اٹھائے جارہے ہیں؟ اس مقام پر انھیں اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں مطالعہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور جب حقیقت کا سامنا ہوتا ہے تو وہ بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں۔ لا الہ الااللہ محمد الرسول اللہ۔۔ اسلام ایک ایسا نظام سیاست و معیشت پیش کرتا ہے جس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ اس پر آشوب زمانہ میں صرف اسلام ہی انسان کے دکھوں اور پریشانیوں کا حل ہے۔

وہ دن قریب ہے جب انڈیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منو وادیوں کی ساری نفرت انگیزیاں، شر پسندیاں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ ہندو رہنماؤں کو یورپ سے سبق سیکھنا چاہیے۔ جہاں اسلام اتنی سرعت سے پھیل رہا ہے کہ اس کے دشمن اور حاسدین بوکھلا کر رہ گئے ہیں۔ ان کی عقلیں سلب ہوگئی ہیں۔ یہی حال انڈیا میں ہونے کے آثار موجود ہیں۔ بس مسلمان اپنی بیداری کا ثبوت فراہم کریں اور سارے مسلکی اختلافات کو پس پشت ڈال دیں۔ اسلام کو اپنے کردار وعمل سے ظاہر کریں۔ اس کے سوا امن وعافیت کا کوئی اور دوسرا راستہ نہیں۔ یہ مسلمانوں کی ذمہ داری بھی ہے اور فرض بھی۔ ورنہ وہ خدا اور رسول کے مجرم ہوں گے۔ خدا کے رسول ﷺ نے یہی کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو کردار وعمل کی بنیاد پر کھڑا کیا۔ عام اعلان حق سے پہلے آپ نے اپنے کردار وعمل سے اسلام کو ظاہر کیا۔ پھر بعد میں اعلان حق فرمایا اور لوگوں کو اس کی دعوت دی۔ مسلمانوں کو بھی یہی کرنا ہوگا۔ اسلام کو اپنے کردار وعل سے ظاہر کریں۔

جہاں تک مسلم لڑکیوں کے ارتداد کا معاملہ ہے، وہ یک طرفہ سچ نہیں ہے۔ سچ یہ ہے کہ یہ ایک ڈرامہ ہے جو مسلمانوں کو ہراساں اور پریشان کرنے کے لیے کھیلا جارہا ہے۔ ہندو لڑکیوں کو مسلم لڑکیاں بناکر ارتداد کا فتنہ اٹھانے والے یہ نہیں جانتے کہ اس کا ردعمل خود انھیں کے خلاف اور اسلام کے لیے موافق وساز گار ہوکر رہے گا۔ یاد رکھئے ہر ایکشن کا ایک ری ایکشن ہے۔ ہر عمل کا ایک ردعمل ہے۔

آج بے شمار ہندو خواتین نقاب لگاکر مسلم عورتوں کے لباس میں اللہ اور اس کے رسول کے نام پر مسلم گھروں میں جاکر بھیک مانگ رہی ہیں۔ میری نظر میں ایسی درجنوں خواتین ہیں جن کا پیشہ ہی نقاب لگاکر بھیک مانگنا ہے۔

مانتا ہوں کہ ارتداد کا فتنہ موجود ہے۔ لیکن اس کی ذمہ داری مسلم نوجوانوں پر آتی ہے۔ وہ اگر اپنی لالچی اور حریص ذہنیت سے باز آجائیں تو بازی پلٹ سکتی ہے۔ ارتداد کے طوفان کو روکنے کے لیے معاشرتی اصلاح

اور خود اپنی کردار سازی کی ضرورت ہے۔مسلم بچیوں کوگمراہ کرنے کے لیے ہندو تنظیموں کا لاکھوں روپیہ خرچ کرنا۔نوکری اور فلیٹ کی گارنٹی۔لیکن افسوس کہ یہ ہندو فرقہ پرست تنظیموں کے غیر دانش مند افراد نہیں جانتے کہ وہ کن ہاتھوں کی کٹھ پتلیاں ہیں۔اپنے سیاسی مقاصد کے لیے مذہب کے نام پر گمراہ کرنے والے ان کے رہنماؤں میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کی بیٹیاں، بھتیجیاں اور بہنیں مسلمانوں کے گھروں میں خوش حال ازدواجی زندگی بسر کر رہی ہیں اور ان کے سرپرستوں کو کوئی اعتراض نہیں۔ ہسٹری اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ مجھے نام لینے کی ضرورت نہیں۔

موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لیے گمراہ کن ہندو شدت پسندوں کی سرگرمیاں ایک بڑی وارننگ اور انتباہ ہیں۔اب مسلمانوں کو بیدار ہو جانا چاہئے۔

آج کتنے ہی ہندو بھائی منتظر ہیں کہ مسلم سماج انھیں قبول کرے تو وہ اسلام قبول کرلیں۔مگر شاید ابھی وہ وقت نہیں آیا۔

ہمارے قصبہ کے کئی ہندو، مسلمان ہوئے۔ہندو رہنماؤں نے انھیں طرح طرح کے لالچ دیئے۔ ڈرایا، دھمکایا۔یہاں تک کہ انھیں جیل تک کاٹنی پڑی قسم قسم کی تکلیفیں اٹھائیں لیکن ہندو دھرم میں واپس نہ گئے۔وہ آج بھی معمولی مزدور ہیں۔اس کا اجر تو اللہ ہی انھیں دے گا جن مشکل حالات میں وہ اسلام کے دامن سے لپٹے رہے۔ لیکن مسلم سماج نے انھیں قبول نہ کیا۔کوئی مسلم خاندان انھیں اور ان کے بچوں کو شادی کے لیے نہ لڑکا دینے کے لیے تیار ہے اور نہ لڑکی۔ دور دراز کے علاقوں میں ان کی شادیاں ہوتی ہیں۔ پھر بھی وہ اسلام پر قائم ہیں۔یقینی طور پر وہ ہم سے بہتر مسلمان ہیں۔ہمارا قصبہ مسلم باہلی چھپتر یعنی مسلم اکثریتی علاقہ ہے۔ کپڑے کی صنعت کے لیے بہت مشہور ہے۔ شاید ہی کوئی گلی ایسی ہو جس میں لکھ پتی اور کروڑ پتی لوگ آباد نہ ہوں۔یہ تجارت پیشہ افراد ہیں مگر ان میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جو ان (اصل) مومنوں کی معیشت کو بہتر بنا سکے۔وہ آج بھی مزدور ہیں۔ ان کے بچے بھی مزدوری کرتے ہیں۔جس قوم کا یہ حال ہو وہ بھلا کس طرح فلاح پا سکتی ہے۔

مسلمانوں کا بکھرا ہوا مسموم معاشرہ کسی نوارد مسلمان کو خود میں ضم کر لینے کی صلاحیت سے محروم ہو چکا ہے۔وہ بھول گیا کہ جس رسول پر اپنی جان فدا کرنے کا جھوٹا دعوا اور پروپیگنڈہ کرتا ہے،اسی نبی ﷺ نے بار بار فرمایا کہ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔اس کے لیے وہی کچھ پسند کرے جو وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہے،اسے نقصان نہ پہنچائے،اس سے خیر خواہی کا معاملہ کرے....“

اس سے پہلے کہ ہم اقوام عالم کو اسلام کا پیغام دیں، ہمیں خود اس کے پیغام پر عمل کرنا ہوگا۔ ہمیں اپنے کردار و عمل سے ثابت کرنا ہوگا کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کرتا ہے جو وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔یہودیوں میں ایک روایت مشہور ہے کہ جب فجر کی نماز کے لیے مسجدیں جمعہ کی نماز کی طرح بھرنے لگیں تو سمجھ لو کہ یہودیت کا خاتمہ ہو چکا۔اس وقت ساری دنیا پر اسلام اور مسلمانوں کی حکمرانی ہو جائے گی۔،،

جس روز ایسا ہو گیا۔وہ اسلامی انقلاب کا پہلا دن ہوگا۔تب کوئی مرتد نہ ہوگا۔کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ ہوگی۔وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اسلام کے دامن سے لپٹ جائے گا۔اسے اٹھارہ کروڑ دیوی دیوتاؤں کی ضرورت نہ ہوگی۔

ہمیں مرتد بچیوں کو گالیاں دینے اور برا بھلا کہنے سے پہلے اپنے لالچی، بے غیرت اور حریص بچوں کو گالیاں دینا چاہیے اور اگر ایمانی غیرت ہو تو خود اپنے آپ کو بھی گالیاں دے لیں۔اور خود ہی کو برا بھلا کہیں۔

مرتد ہو جانے والی بچیوں کی فکر نہ کیجیے بلکہ اپنے بچوں کے لالچ اور ذہنی دیوالیہ پن کی فکر کیجئے۔اپنی معاشرتی خرابیوں کے تدارک پر نگاہ کیجئے۔اپنی کوتاہیوں کو چھپانے کے لیے کالجوں اور یونیورسٹیوں کو بدنام نہ کیجیے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جب بھی اسلام کے خلاف فتنے کھڑے کیے گئے،اسے اور زیادہ ترقی اور عروج حاصل ہوا ہے۔

اسلام کو فطرت نے کچھ ایسی لچک دی ہے
جتنا ہی دباؤ گے، اتنا ہی یہ ابھرے گا
نکالیں سیکڑوں نہریں کہ پانی کچھ تو کم ہوگا
مگر پھر بھی مرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی

▪▪▪

ذکرِ جمیل

ام المومنین

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ

محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

نام و نسب: سیدہ زینب بنت خزیمہ بن عبد اللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ ہیں آپ کی وفات کے بعد نبی اکرم نے آپ کی بہن میمونہ بنت حارث سے شادی فرمائی۔ ان دونوں کی والدہ ہند بنت عوف تھیں۔

نکاح: سرورِ کائنات، شہنشاہِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں آنے سے پہلے اصح قول کے مطابق آپ حضرت سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ رشتہ ازواج میں منسلک تھیں۔ (المواہب اللدنیہ، ج1، ص411)

حضرت عبد اللہ بن جحش یہ رسولِ کریم، رؤوف رحیم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں اور قدیم الاسلام صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں شامل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم (مکۂ مکرمہ) میں تشریف لے جانے سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔ غزوۂ بدر و احد میں شرکت کی اور احد میں ہی جامِ شہادت نوش فرمایا۔ (اسد الغابہ، ج3، ص195)

حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زوجیت کا شرف پایا اور ام المؤمنین کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئیں۔ اس وقت حرمِ نبوی میں تین ازواجِ مطہرات حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت سودہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہن پہلے سے موجود تھیں جبکہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا کم و بیش چھ برس پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ روایت میں ہے کہ جب سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے اپنا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کردیا، پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمالیا اور ساڑھے بارہ اوقیہ مہرِ نکاح مقرر فرمایا۔ (طبقات ابن سعد، ج8، ص91)

جود و سخا: حضرت زینب بنت خزیمہ بعض معاملات میں دیگر ازدواج مطہرات سے آگے نظر آتی ہیں۔ بڑی رحم دل، منکسر المزاج، اور سخی تھیں۔ ہمہ وقت دوسروں کی مدد کے لیے تیار رہتی تھیں اور ہمیشہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیا کرتی تھیں۔ اگرچہ ان کا بچپن بڑے ناز و نعم میں گزرا، لیکن اس دور کی دوسری بچیوں کی بہ نسبت حضرت زینب رضی اللہ عنہا بڑی منفرد تھیں۔ بچپن ہی سے انھیں غریبوں، مسکینوں اور فاقہ مستوں کو کھانا کھلانے کا بڑا شوق و ذوق تھا۔ جب تک وہ کسی کو کھانا نہ کھلا لیتیں انھیں سکون محسوس نہ ملتا تھا۔ ان کے باپ خزیمہ کا شمار اس زمانے کے بڑے رئیسوں میں ہوتا تھا۔ ان کے پاس کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ باوجود اس دولت و ثروت کے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے اندر بچپن ہی سے عاجزی، انکساری اور فیاضی کی صفات پائی جاتی تھیں۔ اسی وجہ سے زمانہ جاہلیت سے ہی لوگ ان کی اس صفت کی وجہ سے ان کو 'ام المساکین' کے لقب سے یاد کرنے لگے تھے۔ چناں چہ ابن ہشام لکھتے ہیں:

"حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ کو ان کی رحم دلی اور نرمی کی وجہ سے 'ام المساکین' کہا جاتا تھا"

الاستیعاب اور الاصابۃ میں ہے:

"انہیں ام المساکین کہا جاتا تھا، کیوں کہ وہ مسکینوں کو کھانا کھلاتی تھیں اور انہیں صدقہ خیرات دیتی تھیں۔"

اسی طرح کے الفاظ تاریخ الطبری اور شذرات الذہب: میں بھی ملتے ہیں۔ طبرانی نے ابن شہاب زہری سے روایت کیا ہے کہ:

"جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ سے نکاح فرمایا، اس وقت بھی ان کی کنیت ام المساکین تھی۔ یہ کنیت کثرت سے غربا اور مساکین کو کھانا کھلانے کی وجہ سے مشہور تھی۔"

بعض سوانح نگاروں نے ام المساکین کا لقب ایک دوسری ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے منسوب کیا ہے، لیکن محققین اس کی تردید کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ سیرت کے تمام مصادر اور قرنِ اول کی تمام تاریخی کتابوں میں اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ کا لقب تھا۔

(باقی ص:42 پر)

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

سیرتِ مصطفیٰ ﷺ اور ہماری بچیاں

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

ستمبر 2023 کا عنوان — مساجد پر کب تک سیاست ہوتی رہے گی؟

اکتوبر 2023 کا عنوان — شاعروں اور مقرروں کا متعین اوقات کی اجرت طے کرنا — شرعی نقطۂ نظر

اپنی بچیوں کو دینی و اسلامی ماحول میں پروان چڑھائیں

مولانا محسن رضا ضیائی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "سیرتِ طیبہ" اخلاقِ حسنہ کا عظیم مظہر اور ایک انقلابی زندگی کا حسین نمونہ ہے۔ گم گشتگانِ راہ کے لیے ہدایت و رہنمائی کا روشن مینار ہے تو وہیں عقیدت مندانِ توحید و رسالت کے لیے مژدۂ جاں فزا ہے۔ اضطراب و بے چینی کے طوفانِ بلاخیز میں ڈوبتی انسانیت کے کے لیے پروانۂ نجات ہے تو امن و آشتی کے محافظوں اور پاسبانوں کے لیے چشمِ رحمت ہے۔

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں نوح علیہ السلام کے داعیانہ فکر و کردار، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حلم و بردباری، موسیٰ علیہ السلام کا جوش و خروش، ایوب علیہ السلام کا صبر و تحمل، ابراہیم علیہ اسلام کی ہجرت و فرقت، اسماعیل علیہ السلام کی ایثار و قربانی، سلیمان علیہ السلام کی حکمت و دانائی اور یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کی رعنائی یہ سب اخلاقِ حمیدہ و اوصافِ جمیلہ جو سابقین انبیا و رسولانِ گرامی علیہم الصلوۃ والسلام میں پائی جاتی تھیں، بدرجۂ اتم آپ کی سیرتِ مبارکہ میں موجود ہیں۔

سیرت رسول ﷺ کا ایک اہم اور خاص پہلو یہ ہے کہ دنیا میں جتنی بھی بااثر اور عظیم شخصیات ہوئیں، ان کی حالات زندگی، عادات و اطوار، اعمال و افعال، افکار و خیالات اور ان کے حوالے سے اس قدر معلومات اتنے مدلل اور مفصل انداز میں صفحۂ قرطاس کی زینت نہیں بنی، جس طرح رسول اللہ ﷺ کی سیرت و سوانح کا مکمل باب تحریری و عملی شکل میں دنیا کے سامنے ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ و اُسوۂ حسنہ کا ایک ایک گوشہ اور ہر ہر پہلو مستند سندوں اور روایتوں کے ساتھ کتبِ تاریخ و سیر میں موجود ہے۔

من جملہ یہ کہ سیرتِ رسول ﷺ ہر شخص کے لیے مشعلِ راہ اور راہ نما اصول ہے، جس پر چل کر ہر شخص اپنی دینی، سماجی، معاشی، عائلی اور خانگی زندگی میں انقلابِ عظیم برپا کر سکتا ہے۔ کیوں کہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں زندگی گزارنے کے وہ راز کارفرما ہیں، جو ایک انسان کو عظمت و بلندی اور کامیابی و کامرانی عطا کرتے ہیں۔ اِس کے لیے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگیوں کا طائرانہ جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق و موافق گزارا۔ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی کے بعد ان کے اندر وہ تبدیلیاں آئیں کہ ان میں کوئی پیکرِ عشق و وفا بنا، کوئی فاتح عرب و عجم، کوئی تاجدارِ سخاوت، کوئی فاتح خیبر، کوئی محدث، کوئی فقیہ تو کوئی مفسر قرآن بنا اور یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بااخلاق و کردار اور پاکیزہ سیرت کا کمال و جمال تھا کہ ہر کوئی مختلف رنگوں میں رنگتا چلا گیا۔

اسی طرح صحابیاتِ مقدسہ کا بھی یہی حال تھا کہ انہوں نے

اُستاذ: شعبۂ عربی و فارسی (دی دکن مسلم انسٹی ٹیوٹ، کیمپ، پونے)

بھی اپنی زندگیوں کو سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قالب میں ڈھال لیا تھا اور اپنے آپ میں گوناگوں اور مختلف تبدیلیاں پیدا کیں، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں کوئی فقیہ بنیں تو کوئی محدثہ اور کوئی مفسرہ بنیں۔ گویاں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ وصحابیات کا رشتہ اس قدر مضبوط اور اُستوار تھا کہ انہوں نے سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نصب العین اور مقصد زیست بنالیا تھا اور تادمِ اخیر اسی سے راہ نمائی وروشنائی حاصل کرتے رہیں۔

اگر دور حاضر کی مسلمان بچیاں اور عورتیں بھی سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا رشتہ مستحکم کرلیں اور اسی کے مطابق اپنی زندگی کے شب و روز گزاریں تو یقیناً ان کی زندگیوں کی بھی کایا پلٹ سکتی ہے۔ بلکہ یہ ایک زمینی سچائی ہے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کو مختلف حالات کا سامنا ہے، خاص طور سے فتنۂ ارتداد کا، جو مسلم معاشرے میں اپنے بال و پر پھیلا چکا ہے اور اب تک سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مسلم بچیوں کو ارتداد و بے دینی کی اور ڈھکیلتے ہوئے انہیں اسلام سے دور و نفور کر چکا ہے۔ اب ایسے فتنہ خیز اور ایمان سوز حالات میں تو اور بھی زیادہ ضروری ہو جاتا ہے کہ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا تعلق گہرا کیا جائے، اپنے اقدار وروایات، تہذیب و ثقافت اور تمام معاملات میں سیرت رسول کو شامل کیا جائے۔ آج کے ایسے پُر فتن دور میں سیرت رسول ہی میں مسلمانوں کے تمام مسائل وحالات کا واحد حل اور ان کے دین وایمان کا تحفظ وبقا ہے۔ لہٰذا اغیار کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا شکار ہو کر اپنا دین و مذہب تبدیل کرنے والی بچیوں اور خواتین کو سیرت رسول سے قریب کر کے ان کی بہتر اصلاح وتربیت کی سخت ضرورت ہے۔

اب یہاں رسول کریم ﷺ کے اس کردار وعمل کو ملاحظہ فرمائیں جو آپ نے اپنے گھر کی بچیوں اور خواتین کو اپنی سیرت اور اخلاق کے سانچے میں ڈھالا اور بہ حیثیتِ معلم و مربی اپنا بنیادی اور مثالی کردار ادا فرمایا:

چناں چہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی لختِ جگر نور نظر خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس طرح تعلیم وتربیت فرمائی کہ آپ نہایت ہی متقیہ و پارسا، محدثہ و فقیہ، باپردہ و باحیا اور تمام خواتین میں قابلِ صد رشک بنیں۔ آپ علوم و فنون، اخلاق ومحامد اور اعمال و عبادات غرض کہ ہر معاملے میں اپنی مثال آپ تھیں۔ آپ اس قدر عفت و پاکدامنی کا نمونہ تھی کہ زندگی بھر کسی غیر محرم کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہیں دیکھا۔ علامہ حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے الجامع الصغیر مع فیض القدیر میں آپ کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا، اے اہلِ مجمع! اپنی نگاہیں جھکالو تاکہ فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط سے گزریں"۔ اس روایت سے بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش تربیت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کس قدر باپردہ اور باحیا بنیں کہ قیامت کے دن بھی آپ کو انسانوں کے انبوہ کثیر میں یہ شرف وافتخار حاصل ہوگا کہ وہاں بھی آپ باپردہ ہوگی۔ آپ نے شہزادی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے، زوجۂ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہونے اور والدۂ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ہونے کا حق اس طرح نبھایا کہ آپ دنیا کی تمام خواتین کے لیے ایک رول ماڈل بن گئیں۔

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جنہیں کم عمری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ بھی حیا و پاک دامنی، شرافت و پاکیزگی اور وسعتِ علمی میں سراپا مثال تھیں۔ کیوں کہ آپ کی تعلیم و تربیت بھی بارگاہِ نبوی میں ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے تفقہ فی الدین اور روایت فی الحدیث میں جہاں ممتاز اور اعلیٰ مقام حاصل کیا وہیں شرم وحیا کی پیکرِ جمیل بھی بنیں۔ آپ کو فقہ و حدیث میں اس قدر مہارت و قدرت حاصل تھی کہ کبار صحابۂ کرام بھی بعض لاینحل مسائل اور روایتِ حدیث کے لیے آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔

یہاں ہم نے صرف دو مثالوں پر اکتفا کیا تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر ازواجِ مطہرات اور اپنی بناتِ طیّبات کی بھی اسی طرح تعلیم و تربیت فرمائی، جو اپنے زمانے کی عورتوں میں تمام شعبہ ہائے حیات میں یکتائے روزگار بنیں۔ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کی پاکباز خواتین ہیں، جن کا تذکارِ جمیل قرآن و احادیث کے علاوہ تاریخ وسیر کی کتابوں میں جابجا موجود ہے۔ ان کے علاوہ تاریخ اسلام کے روشن وسنہری اوراق ایسی کئی باکمال و مایۂ ناز خواتین کے تذکروں سے مالا مال ہیں، جن کی زندگیوں میں سیرتِ رسول ﷺ کی مکمل جھلکیاں ملتی ہیں۔

یہ تمام بناتِ اسلام آج کی تمام عورتوں کے لیے یقیناً نمونۂ عمل ہیں۔اگر آج کی عورتیں سیرت رسول کے ساتھ ساتھ تاریخ کی باکمال خواتین کی سیرت کو اپنالیں اور جس طرح انہوں نے سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے روشنی حاصل کرتے ہوئے اپنی زندگیوں کو جگمگایا تو اِس وقت جو خواتین ارتداد و بے دینی، بدعقیدگی و بے عملی اور خرافات و بے ہودگی میں گرفتار ہیں، وہ جلد ہی ان سے چھٹکارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے گی۔اور اس سے نہ صرف ان کی عزت و ناموس سلامت رہے گی بلکہ ان کا ایمان و عقیدہ بھی محفوظ ہوجائے گا اور وہ ہمیشہ کے لیے قوم کی بیٹیوں کے لیے مشعلِ راہ بن جائیں گی۔

یہ بھی ذہن نشین رکھیں کہ جب اولاد بالغ ہوجاتی ہیں تو والدین کی ذمہ داریاں بھی اسی قدر بڑھ جاتی ہیں، کیوں کہ بلوغیت کی عمر کو پہنچنے کے بعد بچے یا بچیاں گناہ کرنے پر قادر ہوجاتے ہیں۔لہذا انہیں اعمالِ شر اور افعالِ بد سے دور رکھنا والدین کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ثابت ہوتا ہے، جس سے ان کی راتوں کی نیند اڑ جاتی ہیں اور وہ طرح طرح کی فکر و پریشانی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔اگر بچپن سے ہی اولاد کی بہتر اور اسلامی ماحول میں تربیت کی جائے تو بعد بلوغیت وہ حالات نہیں پیش آتے ہیں، جو فکر و تشویش کا باعث بنتے ہیں۔بلکہ ان کے اوپر اسلامی ماحول کے وہ اثرات و نقوش مرتّب ہوتے ہیں، جو مرتے دم تک باقی رہتے ہیں۔ اسی لیے والدین اور سرپرست حضرات سے ادباً گذارش ہے کہ وہ اپنی بچیوں کو دینی و اسلامی ماحول میں پروان چڑھائیں اور انہیں دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ و پیراستہ کریں۔سیرتِ رسول کو خود بھی اپنائیں اور اپنی بچیوں کو بھی اس کے دروس و اسباق پڑھائیں تاکہ ان کی زندگیوں میں سیرت رسول کے تابندہ نقوش حلول کرجائیں اور پھر نہ ہی وہ اپنے دین و ایمان سے بغاوت کرے گی اور نہ ہی اپنی عزت و ناموس سے کوئی کھلواڑ کرے گی۔

***

رحمتِ عالم ﷺ کے خواتین پر احسانات

از: میمونہ اسلم

وہ ہر عالم کی رحمت تھے کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

اس جہان رنگ و بو میں کوئی مخلوق ایسی نہیں جو محسن انسانیت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر احسان نہ ہو۔ ہر ایک کو آپ کی رحمت والفت سے حظ وافر ملا ہے۔ آپ نے بھٹکتی ہوئی انسانیت کو ہدایت کا رستہ دکھایا، مظلوموں کی دادرسی کی، بے سہاروں کا سہارا بنے، لاچاروں کا چارہ بنے، کائنات جو جور وستم سے بھری ہوئی تھی اسے عدل وانصاف سے بھر دیا، مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بڑا، نوجوان ہو یا بوڑھا، ہر ایک کے لیے آپ نے حقوق مقرر فرمائے۔ پھر خواتین پر آپ کے اس قدر احسانات ہیں کہ اس کا کما حقہ شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں۔ آپ نے عورت کو پستی وذلت سے نکال کر عزت کا وہ مقام عطا فرمایا کہ کوئی مہذب سے مہذب معاشرہ اس کی مثال نہیں پیش کر سکتا۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے کائنات سسک رہی تھی، ہر طرف ظلم وستم، کی آندھیاں چل رہی تھیں اور خواتین کے احوال ناگفتہ بہ تھے۔ یونانی تہذیب ہو یا عرب معاشرہ، یورپ ہو یا افریقہ ہر جگہ عورت نارواسلوک سے گزر رہی تھی، کوئی اسے انسان تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا، تو کوئی اسے فتنہ کا سبب سمجھتا تھا۔ کوئی اس کی پیدائش پر ناخوش ہوتا تو کوئی اسے زندہ درگور ہی کر دیتا، کوئی اس کی پرورش کو اپنے لیے بوجھ سمجھتا تو کوئی اسے ویسے باعث عار سمجھتا۔ کسی کے شوہر کا انتقال ہوجاتا تو اولاد اسے مال سمجھ کر منڈیوں پر لے جاکر اسے فروخت کر دیتیں۔ جاہلی معاشرہ میں اگر بالفرض شادی بھی کی جاتی تب بھی تکریم کا کوئی پہلو نہیں تھا۔ نہ اس کی رضا کی کوئی حیثیت تھی۔ کبھی نکاح بعولہ ہوتا جس میں ایک شخص کئی خواتین کا مالک بن جاتا، کبھی نکاح متعہ ہوتا کبھی زواج بدل جس میں بیویوں کا آپس میں تبادلہ ہوتا تھا، کبھی نکاح شغار وٹہ سٹہ کا نکاح بغیر مہر کے عورت کے بدلے عورت دی جاتی تھی، کبھی بغیر خطبہ ونکاح کے دوستی کی شادی ہوتی کبھی نکاح البغایا ہوتا، فاحشہ عورتوں سے تعلق وغیرہ۔
الغرض مختلف طرح کے غیر اخلاقی طریقے مروج تھے۔

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو تحفظ حقوق نسواں ہو گیا۔ آپ نے ایسے حقوق عطا فرمائے کہ آج بھی دنیا کی ترقی یافتہ قومیں کہلوانے والے لوگ اس کے عشرعشیر کو بھی نہیں پہنچ سکے۔ آپ نے جو احسانات فرمائے ان میں سر فہرست زندہ درگور ہونے سے بچانا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ان اللہ حرم علیکم عقوق الامہات ومنع وھات وواد“۔

بے شک اللہ نے تم پر ماؤں میں نافرمانی ان سے مطلوبہ چیزوں سے انکار اور بے جا مطالبہ اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا حرام ٹھہرایا۔ (صحیح بخاری)

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے تمھاری دنیا سے تین چیزوں کی محبت عطا کی گئی ہے۔ خوشبو، عورت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ جہاں لوگ سمجھتے تھے کہ زندہ جانور کا گوشت کھانے میں اسے شریک کرنا جرم ہے اور اس کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے۔

وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَآءُ ؕ

اور کہتے ہیں: ان مویشیوں کے پیٹ میں جو ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مرا ہوا ہو تو پھر سب اس میں شریک ہیں۔ وہاں اس کی پرورش پر اجر عظیم کا مژدہ سنایا۔ بیٹی اور بیٹیوں کے درمیان مساوات کا حکم دیا اور خود بیٹیوں کی طرف رغبت بھی ظاہر فرمائی۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد میں تقسیم میں برابری رکھا کرو اگر میں کسی کو فضیلت دیتا تو عورتوں کو یعنی بیٹیوں کو بیٹوں پر فضیلت دیتا۔ اس کے علاوہ عورت کو میراث میں بھی وارث بنادیا کہ وہ اپنے شوہر کے مال سے بھی اولاد ہو تو آٹھواں نہ ہو چوتھا حصہ پائے گی۔ اپنے بیٹے کی میراث سے چھٹا حصہ پائے گی

اور والد کی میراث سے اگر کئی بھائی بہن ہیں تو بھائی سے نصف پائے گی۔ تو کئی طرح سے اسے وارث بنایا گیا۔ جہاں اسے اپنی ذات سے متعلق کوئی حق حاصل نہ تھا وہاں اسے حق رائے دہی عطا فرمایا۔ جہاں اس پر انسانیت سوز سلوک ہو رہا تھا وہاں اسے بھی اپنے دامن سے وابستہ ہونے کی سعادت بخشی۔ اسے خود سے بیعت فرمایا۔ ان کی رعایت کرتے ہوئے نماز میں قرات کو کم کیا۔ ان کی گفتگو کو سنا ان کے لیے وعظ کا وقت عطا فرمایا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لیے وعظ کا ایک دن مقرر فرما دیا اس دن آپ ان سے ملاقات کرتے انہیں نصیحت فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے ان کو احکام بتاتے۔ (بخاری کتاب العلم)

جہاں گھر میں اس کی نہیں سنی جاتی تھی وہاں انتظامی ذمہ داریوں پر تقرری فرمائی۔ جہاں اس کی شادی میں اس سے اجازت نہیں لی جاتی تھی وہاں رشتہ میں مشاورت کا حکم دیا۔ پسند ناپسند کا اختیار دیا۔ اس کے لیے اس کی شایان شان مہر کا حکم دیا۔ اگر شوہر اس پر ظلم کرتا ہے۔ اس کے حقوق ادا نہیں کرتا تو اسے خلع کا حق دیا۔ اسے بیوہ یا مطلقہ ہونے کے بعد بھی دربدر ہونے نہیں دیا بلکہ عقد ثانی کی اجازت عطا فرمائی اور اس کی اولاد کو اس کے ساتھ حسن سلوک کا پابند فرمایا۔ اپنے آخری خطبہ میں بھی اس کے حقوق ادا کرنے پر زور دیا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا: عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے انھیں اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمات (احکام) کے تحت وہ تمھارے لیے حلال ہوئیں۔ خطبہ میں عورتوں کے حقوق پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

خبردار تمھارے لیے عورتوں سے نیک سلوک کی وصیت ہے۔ کیونکہ وہ تمھاری پابند ہیں اور اس کے سوا تم کسی معاملے میں حق ملکیت نہیں رکھتے۔

اس کے علاوہ مرد اور عورت کو برابر قانونی تشخص عطا فرمایا۔ اس کی گواہی کو بھی قبول کیا اور اس پر تہمت لگانے والوں کے لیے حد قذف مقرر فرمائی۔ ان کی تکریم کی خاطر گھر میں داخل ہونے سے قبل اجازت کا حکم ارشاد فرمایا۔ عورت چاہے جس روپ اور رشتہ میں بھی تھی اس کے لیے عزت کا اعلیٰ معیار قائم کیا۔ بیٹی ہے تو کھڑے ہو کر استقبال فرمایا اور اسے دوزخ کے سامنے آڑ فرمایا، اس کی پرورش پر

بہترین اجر کی بشارت عطا فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو۔

"لاتکرھوا البنات فانھن المونسات الغالیات"

تم بیٹیوں کو ناپسند نہ کیا کرو بے شک وہ والدین کی غمخوار اور لائق احترام ہوتی ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل)

بیٹیوں پر آپ کے احسانات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی، ان کی اخلاقی تربیت کی، پھر ان کی شادی کی، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہا، تو اس کے لیے جنت ہے۔ (احمد بن حنبل مسند/97/9) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیٹی پر شفقت، بیٹی کے ساتھ حسن سلوک کی اعلیٰ مثال: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے چال ڈھال شکل و شبہات سلیقہ عادت اور گفتگو کے انداز میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں دیکھا۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیتے، انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے اور جب آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ آپ کے لیے کھڑی ہو جاتیں۔ آپ کے دست اقدس کو پکڑ بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ بٹھا لیتیں۔ (ابوداؤد۔ السنن کتاب الادب۔ ماجاء فی القیام)

بیویوں کے بارے میں تاکید:

زوجہ ہے تو اس کے ساتھ حسنِ سلوک کے متعلق فرمایا: تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہے۔ اسکے منہ میں لقمہ ڈالنے کو صدقہ قرار دیا۔ حضور اپنی ازواج کی دلجوئی فرماتے۔ کبھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کے شانہ اقدس پر ٹھوڑی مبارک رکھ کر کھیل دیکھا، کبھی حضور نے ان کے ساتھ دوڑ لگائی، کبھی ازواج کے ساتھ گھر کے کاموں میں شریک ہوئے۔ کبھی ان سے رازدارانہ گفتگو کی، کبھی ان سے مشورے کر کے انکی عزتوں میں اضافہ فرمایا، کبھی سفر کے جانے کے لیے قرعہ اندازی فرمائی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔ جس کا نام نکل آتا اسے اپنے ساتھ لے جاتے۔ (صحیح بخاری، کتاب الھبہ و فضلھا)

ماں پر احسان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک شخص نے پوچھا "من احق بحسن صحابتی"؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ حضور نے فرمایا: تیری ماں اس نے پھر پوچھ! یا رسول اللہ پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ا ٓک تمھاری ماں۔ اس نے یہی بات تیسری مرتبہ دہرائی تو حضور نے تینوں مرتبہ ماں کا نام ہی لیا۔ اس نے چوتھی مرتبہ پوچھا تو آپ نے فرمایا، ثم ابوک،، پھر تمھارا باپ۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب باب من احق بحسن صحابتی)

حضرت مقدام بن معدی کرب سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: "ان اللہ یوصیکم بامھاتکم" اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ماؤں کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

غیر مسلم عورتوں پر احسان مصطفیٰ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کسی غزوہ میں ایک مقتول عورت پائی گئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت فرمادی۔

(صحیح بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب قتل النساء فی الحرب)

ایک موقع پر ارشاد فرمایا: مشرکین کی عورتوں اور خدمت گاروں کو مت قتل کرنا۔

لونڈیوں اور کنیزوں پر احسان مصطفیٰ:

مدینہ طیبہ کی بے سہارا عورتوں میں سے اگر کوئی لونڈی اپنے کسی کام کے سلسلہ میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہیں لے جانا چاہتی تو لے جاتی آپ اس پر شفقت فرماتے اور اس کے کام کاج میں اس کا سہارا بنتے۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب) پس ثابت ہوا کل مخلوقات پر احسانات کی طرح مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امت کی جملہ خواتین پر بھی اتنے احسانات ہیں کہ جن کا شمار نہیں اور آپ کا سحاب کرم ہر ایک پر اتنا برسا کہ اس نے اپنا ہی دامن تنگ پایا ہے۔

-◘-◘-◘-◘-◘-◘-◘-

طبی نقطہ

اداسی اور ڈپریشن سے نجات

ادارہ

اکثر ہم اپنے گھروں میں سنتے ہیں کہ آج میں بہت یعنی اداس ہوں، خاص طور پر خواتین میں یہ کیفیت زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہ یعنی اداس ہونا اصل میں ہوتا کیا ہے؟ دراصل ایک طبی اصطلاح ہے جسے موسمی جذباتی خرابی کہا جاسکتا ہے۔

کئی خواتین اس میں مبتلا ہوتی ہیں۔ اکثر اوقات مزاج کی یہ تبدیلی موسموں کے بدلنے پر شروع اور ختم ہوتی ہے۔ اکثر موسم خزاں اور موسم سرما میں جب دن چھوٹے ہوجاتے ہیں تو خواتین اپنے آپ کو اداس محسوس کرتی ہیں جسے 'ونٹر بلیوز' بھی کہا جاتا ہے۔ ایسی خواتین موسم بہار میں دن کی روشنی کے طویل اوقات کے ساتھ بہتر بھی محسوس کرنے لگتی ہیں۔

بعض صورتوں میں موڈ کی یہ تبدیلی زیادہ سنگین ہوتی ہے۔ اور روزمرہ کی زندگی کو متاثر کرتی ہے۔ اگر آپ بھی موسم کی تبدیلی کے ساتھ اپنے مزاج اور رویے میں نمایاں تبدیلیاں محسوس کرتی ہیں تو ہوسکتا ہے آپ بھی سیزنل افیکٹیو ڈیس آرڈر میں مبتلا ہوں جو ڈپریشن کی ایک قسم ہے۔

اداسی اور ڈپریشن کے اسباب: اس کا کیا سبب ہے یہ سائنس داں پوری طرح سے نہیں سمجھ سکے۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ ایس اے ڈی والے لوگوں میں دماغی کیمیکل (نیوروٹرانسمیٹر) سیروٹونن کی سرگرمی کم ہوسکتی ہے جو موڈ کو منظم کرنے میں مدد کرتا ہے۔ تحقیق یہ بھی بتاتی ہے کہ سورج کی روشنی مالیکیولز کی سطح کو کنٹرول کرتی ہے جو سیروٹونن کی معمول کی سطح کو برقرار رکھنے میں مدد کرتی ہے۔ لیکن ایس اے ڈی والے لوگوں میں یہ ضابطہ ٹھیک طریقے سے کام نہیں کرتا جس کے نتیجے میں سردیوں میں سیروٹونن کی سطح کم ہوجاتی ہے۔

علامات: ☆ روزانہ دن کے بیشتر حصے میں افسردہ محسوس کرنا۔ ☆ سرگرمیوں میں دلچسپی کھونا، بھوک یا وزن میں تبدیلی آنا۔ ☆ ناامید یا بیکار محسوس کرنا۔ ☆ کافی نیند کے باوجود سست محسوس کرنا۔ ☆ توجہ مرکوز کرنے میں دشواری۔ ☆ بے چینی اور کشمکش محسوس کرنا۔ ☆ موت یا خودکشی کا بار بار خیال آنا، وغیرہ۔

اس کا علاج کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کی وجہ سے ہماری روزمرہ کی سرگرمیاں متاثر ہوتی ہیں۔ چند تجاویز جانئے:

ڈاکٹر سے رابطہ: چونکہ ڈپریشن کی ایک شکل ہے اس لیے ایک پیشہ ور معالج کے ذریعے اس کی تشخیص ضروری ہے۔ ڈاکٹر سوالات اور اسکریننگ کے ذریعے آپ کے مرض کی شدت کو سمجھ کر اس کے متعلق دوائیں تجویز کرسکتا ہے۔

موڈ بہتر بنانے والی سرگرمیاں: موڈ کو بہتر بنانے والی سرگرمیوں کے لیے باقاعدگی سے وقت مختص کرنے سے لوگوں کو جسمانی اور نفسیاتی طور پر صحت مند محسوس کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ خوشگوار سرگرمیاں کرنا، دوستوں کے ساتھ وقت گزارنا، سیر و سیاحت کرنا، تفریحی مشاغل اپنانا اور لوگوں کی مدد کرنا وغیرہ سے موڈ بہت حد تک بہتر ہوتا ہے اس لیے کی شکار خواتین کو اس طرح کی سرگرمیوں میں حصہ لینا چاہیے۔

لائٹ تھیراپی: کے لیے لائٹ تھیراپی علاج کی ایک بہترین شکل سمجھی جاتی ہے۔ 1988ء میں کینیڈا کے ماہرین کے ایک گروپ نے اِس تھیراپی کے رہنما خطوط تیار کیے تھے۔ اس میں یہ بتایا گیا کہ فلوروسینٹ لائٹ باکس کا استعمال کرتے ہوئے لائٹ تھیراپی کے ابتدائی مراحل 30 منٹ فی دن کے لیے 10 ہزار بکس ہے۔ لائٹ تھیراپی کا ردعمل اکثر ایک ہفتے کے اندر ہوتا ہے لیکن کچھ مریضوں کو ردعمل ظاہر کرنے کے لیے چار ہفتوں تک کا وقت لگ سکتا ہے۔ لائٹ تھیراپی کے عام ضمنی اثرات میں سر درد، آنکھوں میں درد، متلی اور اشتعال شامل ہیں لیکن یہ اثرات عام طور پر ہلکے اور عارضی ہوتے ہیں۔

وجوہات: مردوں کے مقابلے میں خواتین میں سیزنل افیکٹیو ڈس آرڈر زیادہ ہوتا ہے کیوں کہ 18 سے 30 سال کی عمر کے درمیان خواتین میں کئی قسم کی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ ہارمونس تبدیل ہوتے ہیں۔ شادی کے بعد حمل کے دوران یا زچگی کے بعد بھی ہارمون میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ وٹامن ڈی کی کمی بھی اہم وجہ ہے۔ ان وجوہ کے سبب وہ اس کیفیت کا زیادہ شکار ہوتی ہیں۔

اس کا علاج اس کی علامات پر منحصر ہوتا ہے۔ اس کا علاج دواؤں اور تھیراپی سے ممکن ہے۔ اس کے لیے ڈاکٹر آپ کے ساتھ "کاگنیٹیو بیہویئر تھیراپی" کا استعمال کرتے ہیں جو سے متاثر خواتین کو منفی سوچ کے بجائے مثبت سوچ اور کارکردگی پر توجہ مرکوز کرنے میں مدد کرتی ہے۔ اس کے علاج کے لیے ڈاکٹر متوازن غذا، اچھی اور صحت مند زندگی اور ورزش اور دھوپ سینکنے کی صلاح دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ وٹامن ڈی کی دوائیں بھی اس مرض سے نمٹنے کے لیے کارآمد ہوسکتی ہیں۔ ایسی کیفیت سے بچنے کی ہر ممکن کوشش ضروری ہے۔ (منقول)◎

غلط فہمی کا ازالہ

میاں بیوی میں ناراضگی کے سبب خاموشی نقصاندہ

بھارتی دویدی

سائیلنٹ ٹریٹمنٹ ایک قسم کا قصہ ہوتا ہے یعنی جسمانی تشدد کے بغیر اپنی ناراضگی ظاہر کی جاتی ہے۔ اکثر سائیلنٹ ٹریٹمنٹ کا استعمال اپنی بات منوانے کسی پر حاوی ہونے اور ناراضگی کا اظہار کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ لیکن یہ خاموش زیادہ دیر تک قائم رہے تو رشتوں میں دوری پیدا ہو سکتی ہے۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ انسان خاموش رہ کر کئی مسائل سے نجات حاصل کر سکتا ہے مگر کبھی کبھی یہ خاموشی رشتے کے لیے نقصاندہ ثابت ہو سکتی ہے۔ خاص طور پر میاں بیوی کے درمیان خاموشی بگڑتے رشتے کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہ خاموشی سکون سے زیادہ تکلیف دیتی ہے۔ اسے "سائیلنٹ ٹریٹمنٹ" کہا جاتا ہے، جس میں آپ دوسرے فریق کو نظر انداز کرتے ہیں اور اسے یہ احساس دلاتے ہیں کہ آپ کی زندگی میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

خاموش رہنا دوسرے فریق کی توہین ہے اکثر "سائیلنٹ ٹریٹمنٹ" کا استعمال اپنی بات منوانے، کسی پر حاوی ہونے اور ناراضگی کا اظہار کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ لیکن یہ خاموش زیادہ دیر تک قائم رہے تو رشتوں میں دوری پیدا ہو سکتی ہے۔

سائیلنٹ ٹریٹمنٹ کرنے والے کے ذہن میں کیا چلتا ہے: ممبئی کے ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف سوشل سائنس کی سائیکلوجسٹ ڈاکٹر سومیا نگم کہتی ہیں:

"ایسے لوگ رشتے میں کبھی جھکتے نہیں ہیں۔ وہ خود کو صحیح اور سامنے والے کو غلط سمجھتے ہیں۔ ان کی بات کاٹ دی جائے تو ان کی انا کو ٹھیس پہنچتی ہے اس لیے وہ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ رشتے سے زیادہ اپنی انا کو اہمیت دیتے ہیں۔ اس میں "سائیلنٹ ٹریٹمن" ٹ دینے والے کو اپنی جیت نظر آتی ہے اور دوسرے فریق کو تکلیف ہوتی ہے۔

سائیلنٹ ٹریٹمنٹ کی علامات:

- ٭ — سب سے بات کرے لیکن ساتھی سے نہیں۔
- ٭ — ساتھی کی خاموشی سے تکلیف ہو۔
- ٭ — ساتھی کی ہر بات بری لگے۔
- ٭ — گھر کے اہم معاملات پر بھی بات کرنا ضروری نہ سمجھے۔
- ٭ — جب بات چیت کے لیے کوئی راہ نہ نکلے۔
- ٭ — ساتھی کی جانب سے پہل ہونے کے باوجود بات نہ کرے۔

"سائیلنٹ ٹریٹمنٹ" جنسی تشدد سے کم نہیں:

امریکہ کی نیشنل لائبریری آف میڈیسن کے ایک مطالعے میں کہا گیا ہے کہ "سائیلنٹ ٹریٹمنٹ" برداشت کرتے وقت ساتھی کے ذہن کا وہ حصہ فعال ہوتا ہے جو جسمانی تشدد کے وقت بھی درد اور جذبات سے گزرتا ہے۔ اس میں سامنے والے فریق کے عزت نفس کو ٹھیس پہنچتی ہے، وہ ذہنی طور پر بھی پریشان ہوتا ہے۔ خاموشی برداشت کرنے والے کچھ لوگ اکثر ان حالات کے لیے خود کو ذمہ دار سمجھتے ہیں جب کہ حقیقت میں ان کا کوئی قصور نہیں ہوتا ہے۔

جذباتی زیادتی کا سامنا:

سائیکلوجسٹ ڈاکٹر سومیا نگم کہتی ہیں:

کسی بھی رشتے میں جذباتی زیادتی عام بات ہے۔ زیادتی کا ایک سائیکل ہوتا ہے۔ اس میں اچانک کسی بات پر ناراض ہو کر ایک ساتھی خاموش ہو جاتا ہے۔ دوسرے کی غلطی قبول کرنے اور معافی مانگنے پر صورت حال ٹھیک ہو جاتی ہے۔ کچھ دن حالات معمول پر رہتے ہیں اور پھر کسی بات پر وہی ساتھی خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ پھر دھیرے دھیرے یہ ایک پیٹرن بن جاتا ہے۔ ایسے میں "سائیلنٹ

ٹریٹمنٹ" برداشت کررہا ساتھی خود پر اعتماد کھودیتا ہے۔ وہ خود کو ہمیشہ قصوروار ٹھہراتا رہتا ہے۔ اس طرح وہ کمزور اور دوسرا ساتھی مضبوط ہوتا جاتا ہے۔"

ایسی صورتحال میں کیا کرنا چاہیے؟

✽ — "سائیلنٹ ٹریٹمنٹ" ایک قسم کا غصہ ہوتا ہے یعنی جسمانی تشدد کے بغیر اپنی ناراضگی ظاہر کی جاتی ہے۔ اس کے لیے "سائیلنٹ ٹریٹمنٹ" کو برداشت کرنے والے شخص کو اس کا پیٹرن توڑنا ہوگا۔

✽ — اگر آپ اپنے ساتھی کی ہر بات مانتے تھے تو اس عادت کو ترک کرنا ہوگا۔ ساتھ ہی کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کرنا ہوگا۔ "سائیلنٹ ٹریٹمنٹ" برداشت کر رہے ساتھی کو یہ بھی بتانا ہوگا کہ اس کی خاموشی سے آپ کیسے محسوس کر رہے ہیں۔

✽ — ہو سکتا ہے کہ شاید سامنے والا اپنی غلطی سمجھے اور اپنی حرکتوں سے باز آجائے۔ ڈاکٹر سومیا کہتی ہیں کہ "رشتوں میں بات چیت کا سلسلہ بند نہیں ہونا چاہیے کیونکہ خاموشی رشتے کو ختم کر دیتی ہے۔"

✽ — "سائیلنٹ ٹریٹمنٹ" جب کسی کی عادت بن جائے تو سائیکلوجسٹ اور کاؤنسلر ایسے شخص کے بچپن اور جوان ہونے تک کے وقت کی معلومات حاصل کرتے ہیں۔ گزرے وقت کی تفصیل حاصل کر کے معلوم کیا جاتا ہے کہ ایسی کون سی باتیں ہیں جو اس شخص کو "سائیلنٹ ٹریٹمنٹ" دینے پر آمادہ کرتی ہیں۔

ان باتوں پر عمل کریں:

✽ — "سائیلنٹ ٹریٹمنٹ" کی اصل وجہ کو جاننے کوشش کریں۔
✽ — "سائیلنٹ ٹریٹمنٹ" پر اپنا ردعمل ظاہر کرنے سے گریز کریں۔
✽ — رشتے میں اپنی حدود طے کریں۔
✽ — پرسکون حالت میں ساتھی سے بات کریں۔
✽ — اس دوران اپنا خیال رکھیں۔ (بشکریہ دینک بھاسکر)

■■■

(ص:34 کا بقیہ)

فضائل و کمالات: آپ ان صحابیات میں سے ہیں، جنھوں نے اپنی جانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کردی تھیں اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ (پ22، الاحزاب: 51)

ترجمہ: پیچھے ہٹاؤ اب میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمھارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ میں ان عورتوں پر غیرت کرتی تھی جو اپنی جانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیتی تھیں۔ میں کہتی تھی: کیا عورت اپنی جان بخشتی ہے؟ پھر جب اللہ عزّوجلّ نے یہ آیت اتاری تو میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے رب عزّوجلّ کو نہیں دیکھتی مگر وہ آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔ (بخاری، ج3، ص303، حدیث:4788)

وصال پر ملال: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے کے فقط آٹھ ماہ بعد ہی ربیع الآخر چار ہجری میں آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اپنے آخرت کے سفر کا آغاز فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک 30 برس تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور تدفین کی۔ واضح رہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہنّ میں سے صرف دو ازواج ایسی ہیں، جنھوں نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں انتقال فرمایا:

(1)۔ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: انھوں نے اعلانِ نبوت کے دسویں سال ماہِ رمضان المبارک میں انتقال فرمایا۔ ان کی تدفین مکہ مکرمہ میں واقع حجون کے مقام پر ہوئی جو اہلِ مکہ کا قبرستان ہے۔ اب اسے جنۃ المعلیٰ کہا جاتا ہے۔

(2)۔ ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا اور جنۃ البقیع شریف میں تدفین ہوئی ان سے پہلے جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تھا، اس وقت نمازِ جنازہ کا حکم نہیں آیا تھا، اس لیے ان پر جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی۔ لہذا ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہنّ میں سے صرف آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضور اقدس نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (طبقات ابن سعد، مواہب لدنیہ)

✿✿✿✿✿

گوشۂ ادب

علامہ ارشد القادری کی شعر گوئی

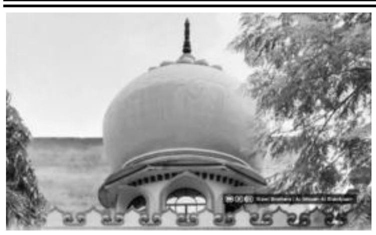

محمد ولی اللہ قادری

مذہبی و علمی دنیا میں علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ بیک وقت متبحر عالم دین، نامور خطیب، مستند ادیب اور صاحب طرز نثر نگار کے ساتھ ایک شاعر بھی تھے۔ آپ کا شعری سرمایہ، نثری سرمایہ کے مقابل کم سہی، پھر بھی کیفیت، کمیت پر غالب ہے اور اسی سرمائے کے ذریعہ آپ کا شعری اختصاصات واضح کیا جاسکتا ہے۔ علامہ کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر کرامت علی کرامت رقم طراز ہیں:

”علامہ ارشد القادری کے نعتیہ کلام کی وہ خصوصیت جو مجھے سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس میں تصنع زدہ رنگ آمیزی کا شائبہ تک نہیں گزرتا۔ اس میں وہ عشق نہیں جو محض دکھاوے کا ہو، وہ تڑپ نہیں جو دل کی گہرائیوں سے نہ نکلی ہو۔ موصوف کی نعتوں کا سرمایہ کمیت و مقدار کے اعتبار سے کم سہی، لیکن کیفیت و اثر آفرینی کے لحاظ سے کئی بھاری بھرکم دیوانوں پر بھاری ہے۔“

یہ اقتباس ظاہراً مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے، مگر علامہ کے نعتیہ سرمایہ کا بہ غور مطالعہ و تجزیہ کیا جائے تو اس قتباس سے ایک حد تک اتفاق کیا جاسکتا ہے۔

میرے پیش نظر علامہ کا شعری مجموعہ ”اظہار عقیدت“ ہے اور میں اپنی گفتگو اسی مجموعہ تک محدود رکھوں گا۔ یہ مجموعہ علامہ کے صاحب زادے ڈاکٹر غلام زرقانی کی تدوین و ترتیب کے ساتھ 2005ء میں شائع ہوا، جو 88 صفحات کا احاطہ کرتا ہے۔ اس میں علامہ کی نو نعتیں، سات قطعات، پانچ مناقب، ایک ساقی نامہ اور ایک سہرا شامل کیا گیا ہے۔ اس سے قبل مرتب کی تحریر ”پیشوائی“ کے عنوان سے ہے۔ بعدہٗ پروفیسر کرامت علی کرامت کا پیش لفظ ہے۔ یہ پیش لفظ طویل ہے جس میں علامہ ارشد القادری کی حیات و شاعری پر بھرپور گفتگو کی گئی ہے۔ پیش لفظ کے بعد ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی کے اس مضمون کو شامل کیا گیا ہے جو ماہ نامہ ”جام نور“ کے ”رئیس القلم نمبر“ میں اشاعت پزیر ہے۔ اس کو شامل کرکے مرتب نے اچھا کیا ہے۔ مجموعے میں بیکل اتساہی کی بھی ایک مختصر تحریر شامل ہے۔ یہ تمام کی تمام تحریریں علامہ کی شاعری کو سمجھنے میں مدو معاون ہیں۔ البتہ کمپوزنگ پر خاص توجہ نہیں دی گئی ہے بایں وجہ اکثر مقامات پر غلطیاں راہ پاگئی ہیں جو قاری کے لیے پریشانی کا باعث ہیں۔ ”اظہار عقیدت“ میں اس نعت کو اولیت دی گئی ہے، جسے علامہ نے مدینہ منورہ میں مزار اقدس کے سامنے کہی تھی، اس کا مطلع ہے۔

یا نبی یاد تری دل سے مرے کیوں جائے
بخت بیدار مرا جاگ کے کیوں سو جائے

مطلع کے بعد کے چار اشعار عشق رسول سے سرشار ہوکر کہے گئے ہیں اور مقطع میں حسرت بھرے لہجے میں اُس آرزو کا اظہار کیا گیا ہے جو ہر مومن صادق کے قلوب و اذہان میں پیوستہ ہے کہ کاش مدینے میں موت آئے بلکہ یہ تو عشاق نبی کا وظیفہ ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حج کرنے کے سوا کبھی مکہ کا سفر اس وجہ سے نہیں کیا کہ کہیں موت مدینہ میں نہ ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جذبے کو سلامت رکھا اور آپ کا انتقال مدینہ میں ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ علامہ نے مدینے میں موت کی آرزو کا انوکھے انداز اور نرالی شان سے اظہار کیا ہے، فرمایا۔

آگئے والیٔ بطحا کی اماں میں ارشد
کہہ دو آنا ہے تو اب پیک اجل آجائے

واقعہ معراج ایسا موضوع ہے جس پر اکثر شعرا نے اشعار کہے ہیں۔ علامہ کی شعری کائنات میں بھی اس موضوع پر اچھے اچھے اشعار موجود ہیں۔ علامہ نے ایک ہی شعر میں پورے واقعہ کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور واقعۂ معراج کا حوالہ پیش کرکے اپنی قسمت جگانے کا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عریضہ پیش کیا ہے۔ یہ عریضہ سنجیدہ اور پروقار لفظوں میں پیش کیا گیا ہے، یہ صرف عریضہ نہیں

بلکہ ایک عقیدہ کی ترجمانی بھی ہے۔ شعر ملاحظہ کریں۔

سدرۃ المنتہیٰ، عرش وباغ ارم ہر جگہ پڑ چکے ہیں نشان قدم
اب تواک بار اپنے غلاموں کے گھر دونوں عالم کے سرکار آجایئے

حضور صلی اللہ علیہ سلم کا نور ہونا مسلم ہے کہ خود قرآن فرماتا ہے:

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین (پ6ع7)

بیشک تمھارے پاس اللہ تعالی کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ مگر یہ عظیم المیہ ہے کہ اس متفقہ عقیدہ کو مومنوں کے قلوب سے نکالنے کی ایک منصوبہ بند سازش رچی جاتی رہی ہے۔ چوں کہ علامہ مناظر بھی تھے اس لیے انہوں نے اپنے اشعار میں عقیدہ کے اظہار کا جہاں بہ بانگ دہل اعلان کیا ہے وہیں گستاخ رسول پر لطیف طنز بھی کیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ علامہ نے یہاں ردّ اعتقادیہ کی روش اپنائی ہے تو غیر مناسب نہ ہوگا۔

سامنے جلوہ گر پیکر نور ہو، منکروں کا بھی سرکار شک دور ہو
کر کے تبدیل اک دن لباس بشر، دونوں عالم کے سرکار آجایئے
بشر کی تشہیر کرنے والو! نہ اُٹھ سکا تم سے بارِ احسان
کہ خاکیوں کی اس انجمن میں وہ عرش کے تاج دار آئے

علامہ کی نعتوں میں ایک نعت ”صل علی محمد“ کی ردیف میں ہے۔ اس کا ہر شعر ایمان افروز اور عشق نبی کا مخزن ہے اور اس میں تغزل کی جھلک بھی ہے۔

شاخ نہال آرزو، پھولے پھلے گی چار سو
دل سے نکلتی ہے صدا صل علی محمد
اتنا جنون کا جوش ہو تن کا نہ اپنے ہوش ہو
کہتا پھروں میں برملا صل علی محمد

مناقب کے باب میں علامہ نے حضرت غوث پاک، حضرت خواجہ اجمیری، حضور مفتی اعظم ہند اور حضور تیغ علی کی شان میں اشعار کہے ہیں۔ یوں تو تمام کے تمام مناقب قابل توجہ ہیں، مگر حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی شان میں کہے گئے دو مناقب میں سے ایک غالباً گیارہویں شریف کی نسبت سے گیارہ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس منقبت کا ہر شعر جہاں غوث پاک سے عقیدت ظاہر کر رہا ہے وہیں بزرگوں کے سلسلے میں اہل سنت کے عقائد کا اظہار بھی۔

چند اشعار دیکھئے۔

دل سے اترے نہ کبھی تیرے تصور کا خمار
ایسا اک جام حضوری پلانا یا غوث
تیرے نانا کی سخاوت کی قسم ہے تجھ کو
اپنے در سے ہمیں خالی نہ پھرانا یا غوث
تیرے جلوؤں سے ہیں کتنے شبستان روشن
میرے دل میں بھی کوئی شمع جلانا یا غوث

جہاں تک علامہ کی قطعہ نگاری کی بات ہے تو اس صنف سخن کے جملہ اصول و ضوابط کو برتتے ہوئے علامہ نے ایک سے بڑھ کر ایک قطعہ لکھا ہے ان کے سرمایۂ قطعات میں جہاں نعتیہ قطعات ہیں وہیں مناقب پر مشتمل قطعات بھی ہیں۔ علامہ نے اپنے ایک نعتیہ قطعہ میں ”استعانت بالغیر“ یعنی نبی اور ولی سے مدد طلب کرنے کے عقیدہ کو اجاگر کیا ہے۔

علامت عشق کی آخر کو ظاہر ہو کے رہتی ہے
جبیں سے، رنگ سے، پژمردگی سے، چشم گریاں سے
کرم کی، رحم کی، امداد کی ہے آس ارشدؔ کو
خدا سے، مصطفیٰ سے، غوث سے، احمد رضا خاں سے

علامہ نے ایک قطعہ حضرت شبیر کی شان میں بھی کہا ہے، اس قطعہ کے ذریعہ انہوں نے مسلمانوں کو ایک غیر معمولی سبق اور کامیابی کا عظیم نسخہ فراہم کیا ہے کہ۔

تیرے قدموں میں شجاعت نے قسم کھائی ہے
یاد آئے گی تری یاد کی محفل میں
عزم وہمت کے مریضوں سے یہ کہہ دے کوئی
جان آجائے گی شبیر کو رکھ لو دل میں

ساقی نامہ لکھنا اردو شاعری کی قدیم روایت ہے، اس روایت کو بحال رکھتے ہوئے علامہ نے بھی ایک ”ساقی نامہ“ لکھا ہے یہ ”ساقی نامہ“ بقول مرتب اگرچہ نامکمل ہے پھر بھی اس کی جو ہیئت ہے وہ قابل داد ہے۔ عموماً ساقی نامہ مثنوی کی ہیئت میں ملتا ہے، مگر علامہ نے انفرادیت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اپنے ساقی نامے کو نظم کی شکل میں پیش کیا ہے۔ یہاں ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ ”ساقی“

سے مراد شعرا کے ہاں مصنوعی محبوب ہوتا ہے مگر علامہ نے ساقی سے مراد سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو لیا ہے۔ یہ نظم مسدس کی شکل میں ہے اس کا ایک بند ملاحظہ کریں۔

اب تو جنت بھی ، سرکار کی قربت بھی ہے
ترے مولا کی ترے حال پر رحمت بھی ہے
زیب سر تاج شہ ملک ولایت بھی ہے
ہاتھ میں عالم جاوید کی دولت بھی ہے
جب سبھی کچھ ہے خیرات لٹا دے ساقی
چشم مخمور سے پھر جام پلا دے ساقی

علامہ کی شعری کائنات کے مطالعے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے صنائع و بدائع کا بیش از بیش استعمال کیا ہے ذیل میں چند کی نشان دہی کی جارہی ہے۔

تنسیق صفات۔

شاعری کی مشہور صنعت ہے، اچھی یا بری صفت کو سلسلہ وار بیان کرنے کو "تنسیق صفات" کہا جاتا ہے، اس صنعت کی مثال امام احمد رضا اور علامہ اقبال کے اشعار میں دیکھی جاسکتی ہے۔ امام احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔

اصالت کل ، امانت کل ، سیادت کل ، امارت کل
حکومت کل، ولایت کل خدا کے یہاں تمھارے لئے
فرشتے خدم ، رسول حشم ، تمام امم غلام کرم
وجود و عدم، حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمھارے لیے

علامہ اقبال کے یہاں بھی یہ صنعت دیکھیں۔

وہ دانائے سبل، ختم رسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا

علامہ نے بھی اس صنعت کو خوب نبھایا ہے اور اس کے ساتھ "ردصدر علی الابتدا" بھی لایا ہے اور وہ بھی کنایہ یعنی لفظ "وہ" کے ساتھ۔

وہ نور اول، سراپا رحمت، عطا کے پیکر، خدا کی نعمت
وہ مونس و غم گسار بن کر دکھی دلوں کے قرار آئے

یہ "تنسیق صفات بہ مدح" کی مثال ہے، پھر علامہ ارشد القادری کے سرمایہ سخن میں اس کی دوسری صورت یعنی "تنسیق صفات بہ ذم" کی مثال بھی موجود ہے۔

جہانِ خاکی کے تیرہ بختو ، تباہ کارو ، خطا شعارو
کچھ اس طرح جاؤ آب دیدہ کہ ان کی رحمت کو پیار آئے

یہاں اگر شاعری پر مناظرہ بازی کی جھلک نظر آرہی ہے تو اس کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ اس طرح "تنسیق صفات بہ ذم" کی مثال اور وہ بھی مع خطاب ہماری اردو شاعری میں کم کم ہی ملتی ہے۔

تجنیس مکرر۔

تجنیس مکرر بھی شاعری کی ایک عمدہ صنعت ہے اس کی مثال حافظؔ کے اس شعر میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اگر آں ترک شیرازی بہ دست آرد دلِ مارا
بہ خال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

اس شعر کے دوسرے مصرعے کا آخری ٹکڑا یعنی "بخارا را" تجنیس مکرر کی مثال ہے۔ علامہ نے بھی اس صنعت کو بہت فنکاری سے لایا ہے اور ایسی ردیف لی ہے اور قافیہ ایسا رکھا ہے کہ قافیہ سے مل کر ردیف کا ٹکڑا "تجنیس مکرر" کی شان لاتا ہے۔

جمال نور کی محفل سے پروانہ نہ جائے گا
مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا

صنعت تضاد۔

صنعت تضاد شاعری کی مشہور صنعت ہے اس صنعت کو بھی علامہ نے بہ خوبی اپنی شاعری میں برتا ہے۔

فراز عرش سے اب کون اترے فرش گیتی پر
مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا
مل گئی ہے سر بالیں جو قدم کی آہٹ
روح جاتی ہوئی شرما کے پلٹ آتی ہے

حضرت علامہ ارشد القادری کی شاعری کا بہ غور تجزیہ کیا جائے تو مزید علمی و فنی نکات سامنے آسکتے ہیں۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ناقدین فن علامہ کے شعری سرمایہ کی جانب توجہ دیں اور ان کا شعری مقام واضح کریں۔(2011ء)

◘◘◘

نقد ونظر

مخ المعانی-ایک معروضی مطالعہ

علمی اور روحانی معلومات کاایک عظیم خزانہ

عرض نگار: مبارک حسین مصباحی

اس وقت ہمارے پیش نظر حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری[م:782ھ]کے نادر ملفوظات کا پہلا اردو ترجمہ "مخ المعانی" ہے ۔ اس کے جامع حضرت زین بدر عربی ہیں۔ابتدائی 18 مجالس کا اردو ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے حضرت حافظ سید شاہ محمد شفیع فردوسی نے اور حضرت مولانا محمد عابد چشتی نے مکمل ترجمہ کیا، مگر ابتدائی مجالس کا ترجمہ مل گیا جس کی وجہ سے اٹھارہ مجالس شامل نہیں۔باقی 35 مجالس کا ترجمہ شامل ہے، یہ بجائے خود اہمیت کا حامل ہے۔تصحیح اور نظر ثانی فرمائی ہے حضرت مولانا محب اللہ مصباحی اور محمد آصف احمد منعمی نے۔ تقدیم وتدوین کا کارنامہ انجام دیا ہے جدید و قدیم علوم کے سنگم حضرت سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی سجادہ نشین خانقاہ منعمیہ متین گھاٹ، پٹنہ سٹی نے۔

صاحب مخ المعانی علمی اور روحانی دنیا کے تاجدار تھے۔ بہار کی سرزمین پر آپ کا وجود ناز اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام ہے۔آپ علم وعمل، عشق وتقویٰ، فکروفن اور ظاہری اور باطنی علوم ومعارف کے بحر ناپیدا کنار تھے۔آپ صرف قال وحال کے مرد میدان نہیں تھے بلکہ قرطاس وقلم کی زریں خدمات میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔آپ کا روحانی اور قلمی فیض ہندو بیرون ہند صدیوں سے جاری ہے، یہ تو بہت مشہور ہے کہ آپ کی ڈھائی ہزار کتابیں ہیں۔ہم جیسے لوگوں کا اس علمی سرمائے کا مطالعہ کرنا تو دور کی بات ہے سوچ کر ہی دل و دماغ میں فرحت و مسرت کی خوشبو پھوٹنے لگتی ہے۔آپ کی متعدّد تصانیف، مکتوبات اور ملفوظات طبع ہو چکے ہیں۔ چند کتابیں احقر کے زیر مطالعہ رہی ہیں۔ مکتوبات صدی اور مکتوبات دوصدی علوم ومعارف کے بحر ذخار ہیں۔ زبان وبیان فصیح اور عام فہم ہے۔تصوف و معرفت کی دقیق بحثوں کو بھی اپنے لہجے کی لطافت اور پیرایۂ بیان کی دلکشی سے دماغوں میں اتار دیتے ہیں۔ خدائے بزرگ وارثین اور محبین کو توفیق دے کہ زیادہ سے زیادہ آپ کے علمی ذخائر کو منظر عام پر لے آئیں۔

آپ کی ولادت 681 ھ میں ہوئی اور وصال پر ملال 782ء میں ہوا۔آپ نے ایک صدی اور ایک برس کی عمر پائی، آپ نے وصال سے قبل وصیت فرمائی تھی کہ میری نماز جنازہ ایک عارف باللہ صحیح النسب سید زادہ پڑھائے گا، رحلت کے بعد حاضرین ومحبین منتظر تھے کہ وہ کون عارف باللہ سید زادہ ہے۔ وابستگان قرب وجوار میں تلاش میں نکلے۔دیر کے بعد تارک سلطنت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی قدس سرہ سے شرفِ نیاز حاصل ہوا۔آپ دراصل مملکت سمنان کو چھوڑ کر قطب بنگال حضرت شیخ سید علاؤ الحق پنڈوی [م:780ھ یا 800ھ]کی ڈیوڑھی پر اکتساب فیض کے لیے جارہے تھے۔خیر آپ نے نماز جنازہ پڑھائی تدفین کے تھوڑی دیر بعد حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کا دست مبارک قبر سے باہر نکل آیا۔حاضرین ومریدین حیرت زدہ ہو گئے ، غور کرنے کے بعد بھی کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا، بعض حضرات اب مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، آپ قبر شریف پر آئے مراقبہ کے بعد فرمایا: مردانِ غیب نے ایک کلاہ دی تھی اور شیخ نے آپ حضرات کو وصیت کی تھی کہ وہ کلاہ میرے ساتھ قبر میں رکھی جائے مگر آپ نے نہیں رکھی، اب سب کو یاد آگیا وہ کلاہ لائی گی اور آپ کے دست مبارک پر رکھی پھر وہ کلاہ کو لے کر اندر چلا گیا۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی نے تدفین کے بعد رات میں اسی خانقاہ میں قیام فرمایا، رات کو خواب میں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کی زیارت ہوئی، انھوں نے اپنے مکتوبات پڑھنے کی دعوت پیش کی اور اپنا خرقہ عنایت فرمایا۔ آپ نے ہندوستان کی دو کتابوں کا بڑی توجہ اور دلچسپی سے مطالعہ فرمایا(1)مکتوبات شیخ شرف

الدین یحییٰ منیری اور دوسری کتاب فوائد الفواد ملفوظات محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیا بدایونی ثم دہلوی [م:725ھ]۔ رخصت ہوتے وقت بشارت کے مطابق آپ نے شیخ شرف الدین قدس سرہ کا خرقہ طلب فرمایا، اصحاب نے پس و پیش کیا، آپ نے فرمایا اس میں غور کرنے کی کوئی بات نہیں خرقہ مبارکہ قبر شریف پر رکھ دیا جائے آپ جس کو عطا فرمانا چاہیں گے فرمادیں گے، سب نے اس رائے کو تسلیم کر لیا۔ خرقہ قبر شریف پر رکھ دیا گیا۔ اب سب نے یکے بعد دیگرے اٹھانا چاہا مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوا، اب حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی نے ہاتھ لگایا تو پھول کی طرح آپ کے پاس آ گیا، آپ نے اسی وقت زیب تن فرمایا اور اپنے شیخ کی بارگاہ پنڈوہ شریف کی جانب روانہ ہو گئے۔

کتاب کا مقدمہ بڑا معلومات افزا اور ملفوظات کے مخفی گوشوں کو محیط ہے۔ آپ نے ملفوظات کے جمع کرنے اور اس کے انداز پر بھی مختصر اور جامع گفتگو فرمائی ہے۔ صنف ملفوظات پر بھی روشنی ڈالی ہے اور ملفوظ کے اولین استعمال کی بھی وضاحت کی ہے۔ آپ نے مقدمے کا آغاز اپنے ان الفاظ سے کیا ہے:

"ملفوظات کا وجود میں آنا سنت الٰہیہ ہے، کیوں کہ اپنے نزول کے اعتبار سے وحی کی دو قسم ہے: (1) ملفوظی (2) مکتوبی۔

مکتوبی وحی کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ.

یہی آیت ملفوظی وحی کی بھی مثال ہے کہ جو چیز زبور میں مکتوب کی گئی اس سے ملفوظی طور پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا گیا۔ ملفوظی وحی کا تیور تکرار قل سے بھی خوب خوب ظاہر ہے۔ کتب آسمانی اور صحائف در اصل ملفوظات الٰہیہ ہیں، پھر یہی سنت الٰہیہ احادیث شریفہ کی شکل میں سنت نبویہ بنتی ہیں۔ یہاں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قولی، فعلی اور تقریری شہادتوں کو یکجا کیا جاتا ہے۔ اولیاء اللہ کے ملفوظات بھی اسی سنت کا احیا و اتباع ہیں۔ جب کسی اللہ کے ولی کے قولی و فعلی و تقریری شہادتوں اور آثار کو جمع کیا جاتا ہے تو اسے ملفوظات کے زمرے میں رکھا جاتا ہے۔" (ص:1)

ان اقتباسات کی روشنی میں پورے طور پر واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بھی ملفوظی اور مکتوبی ہے آسمانی کتب و صحائف در اصل ملفوظات الٰہیہ ہیں، اسی طرح رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افادات قولی، فعلی اور تقریری ہیں، اسی طرح اولیاء اللہ کے ملفوظات بھی قولی، فعلی اور تقریری شہادتوں پر مبنی ہوتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے مخدوم جہاں کے ملفوظات کو بیان کیا ہے، اس کے بعد "مخ المعانی" کی ترتیب اور زبان و بیان پر اپنی فکر رسا کے گلدستے پیش کیے ہیں اس کے بعد "مخ المعانی" کے خواص اور امتیازات پر روشنی ڈالی ہے۔ ذیلی عنوانات قائم فرما کر بڑے بصیرت افروز نوادرات جمع فرمائے ہیں موصوف بجائے خود قدیم اور عصری تعلیمات سے آراستہ صوفی باصفا ہیں، آپ کے علم و فن پر تصوف کا غلبہ ہے اور ایک صوفی کی نگاہ حقائق کے ساتھ رموز و اسرار پر بھی ہوتی ہے۔ آپ نے "مخ المعانی" کے مرتب حضرت زین بدر عربی کے انداز بیان پر بڑی معلوماتی گفتگو فرمائی ہے:

"حضرت زین بدر عربی ملفوظات کی دنیا میں بحیثیت جامع اپنا ایک بلند مقام اور وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ وہ اس صف کے دھنی ہیں جہاں شیخ حسن علا جزی، حمید قلندر، قاضی شرف ابن رکن اور نظام یمنی ان کے دائیں اور بائیں ہیں۔ ملفوظات میں جامع کا کردار بہت اہم ہوتا ہے، جہاں اس پر یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ صاحب ملفوظ کے الفاظ اور جملوں کو بعینہ مِن و عَن نقل کرلے اور اگر مفہوماً یا معنیً بیان کرے تو وہ معنی سے دور بھی نہ ہو اور گنجلک و غیر فصیح بھی نہ ہو، اس کے علاوہ جامع جہاں کسی مجلس کا آغاز کرتا ہے تو وہ پس منظر بیان کرتا ہے، اگر اس کی انشاء پردازی میں تنوع نہ ہو تو ساری مجلسیں ایک سانچے میں ڈھلی ہوئی نظر آتی ہیں اور آغاز میں ہی اپنی کشش کھو دیتی ہیں۔ چنانچہ ان کا انداز بیان بھی ملفوظات کی مجالس کے خارجی حسن کو نکھارتا رہتا ہے۔" (ص:39)

اس کے بعد آپ نے "مخ المعانی کے مطبوعہ اور قلمی نسخے" کے عنوان پر بڑی تحقیقی سطور رقم فرمائی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اردو ترجمہ پر گفتگو فرمائی ہے۔ آپ نے حضرت حافظ سید شاہ محمد شفیع فردوسی علیہ الرحمہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

"مخ المعانی کا ترجمہ بھی آپ نے شروع فرمایا اور 18 مجالس تک مکمل کیا اور 19 ویں مجلس نامکمل رہ گئی۔ مخ المعانی کے اردو ترجمہ کی یہ اشاعت جو آپ کے پیش نظر ہے اس میں آپ ہی کی ترجمہ کردہ 18 مجالس شامل ہیں اور بقیہ کے مترجم مولانا عابد چشتی ہیں۔" (ص:47)

اس کے بعد آپ نے محب گرامی وقار معروف استاذ اور نثر نگار حضرت مولانا محمد عابد چشتی استاذ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف ضلع اوریا یوپی کا

مختصر تعارف پیش کیا ہے۔ مولانا محمد عابد چشتی نے عرض مترجم کے عنوان سے چار صفحات سپرد قلم کیے ہیں۔ آپ نے شہزادہ اکبر المشائخ حضرت علامہ سید شاہ انور میاں دامت برکاتہم القدسیہ کے حوالے سے لکھا ہے:

”جب آپ پھپھوند شریف اور اس گردونواح میں گمراہیت کے خلاف اپنے مدلل خطابات کے ذریعہ پرزور تحریک چلا رہے تھے، اس وقت زیر نظر کتاب مخ المعانی کی وہ عبارت آپ کی نظر سے گذری جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب سے لنگر عام کا اہتمام کیا گیا اور لوگوں نے اس لنگر عام کی وجہ پوچھی تو صحابۂ کرام کی جانب سے یہ جواب مذکور تھا:

الیوم عرس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم.

آپ نے نہ صرف ببانگ دہل اس حدیث پاک کو سامنے رکھ کر دینی اعراس کے جواز پر فرقہ ستوں کو دعوت فکر پیش کی بلکہ کتاب کے دیگر مندرجات کو پڑھنے کے بعد اس کتاب کے ترجمہ کو منظر عام پر لانے کا پختہ ارادہ بھی فرمالیا اور پھر مشائخ چشت کے روحانی فیضان سے ترجمہ کرنے کی سعادت و برکت کی یہ سوغات میرے دامن میں آئی۔“(ص:65،66)

ترجمہ کا آغاز کر دیا تھا اسی دوران حضرت سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی سے رابطہ ہوا، حضرت مولانا محمد عابد چشتی لکھتے ہیں:

”اخیر میں خصوصیت کے ساتھ میں سراپا سپاس ہوں ادیب شہیر، پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت علامہ سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کا جنھوں نے ترجمہ نگاری کے تمام مراحل میں زبردست حوصلہ افزائی فرمائی، مخ المعانی کا صحیح ترین نسخہ عنایت فرمایا اور تکمیل کے بعد پورے ترجمہ کا غائرانہ مطالعہ فرما کر گراں قدر اصلاحات سے نوازا۔ مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ ترجمہ کرتے وقت کئی مقامات ایسے آئے جہاں ترجمہ نہ ہو سکا، اگرچہ اس کی وجوہات مختلف تھیں، جس کا ذکر میں نے منعمی صاحب قبلہ سے بھی کیا، مگر ایک مشفق استاد کی طرح وہ مسلسل مجھے مہمیز کرتے رہے اور امید دلاتے رہے کہ آپ ترجمہ کیجیے باقی ہم پر چھوڑ دیجیے۔ حضرت کے ان جملوں نے میری ڈھارس بندھائے رکھی اور انہیں مشفقانہ کلمات کی پشت پناہی میں یہ کام بحسن و خوبی مکمل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس عمل خیر کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر قیامت کے دن ہم سب کو اس کا اجر عطا فرمائے آمین!“(ص:66)

محب گرامی مولانا محمد عابد چشتی نوجوان عالم دین ہیں، معتمد استاذ اور فکر انگیز قلم کار ہیں۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کی ”بزم دانش“ کے لیے مسلسل لکھتے رہتے ہیں اور دیگر موضوعات پر بھی خاصی تحریریں منظر عام پر آچکی ہیں۔ سنجیدہ، سادہ مزاج اور تحقیق و مطالعہ کا پاکیزہ مزاج رکھتے ہیں۔ لکھتے ہیں اور ماشاء اللہ تعالیٰ بڑی حد تک اطمینان بخش لکھتے ہی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی خدمات کو ترقیاں عطا فرمائے اور نظر بد سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔

اب ہم ذیل میں چند ملفوظات نقل کرتے ہیں، ابھی محرم الحرام ہے، اس لیے عاشورا کے معمولات نقل کرتے ہیں:

معمولات عاشورا:

عشرہ عاشورا میں بعض معمولات کا تذکرہ چل رہا تھا کہ ان کا ثبوت کہاں سے ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ان دس معمولات میں سے ہر ایک کا ثبوت علاحدہ دلیل سے ثابت ہے۔ ہاں دسوں چیزوں کا ثبوت ایک ہی مقام پر ایک ہی دلیل سے میری نظر سے نہیں گذرا ہے۔ متفرق طور پر ایک ایک کے ثبوت کی علاحدہ ایک دلیل ہے اور ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ دس چیزیں شہدائے کربلا کے لیے کرتے ہیں بلکہ ایک ایک چیز ہر پیغمبر کی خصلت ہے کہ ہر پیغمبر کو اس دن کوئی کام کرنے کا اتفاق ہوا اور خدا کا کرنا ایسا کہ وہ عاشورا کا دن تھا جیسا کہ روضۃ الأحباب، روضۃ العلما میں ہے کہ عاشورا کے دن سرمہ لگانا حضرت نوح علیہ السلام کی سنت ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی چھ ماہ اور دس روز کے بعد جودی پہاڑی سے آکر لگی اور آپ نیچے تشریف لائے تو آپ کی پیشانی مبارک پانی کے بخارات کی وجہ سے خیرہ ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے کچھ خرابی آنکھوں میں در آئی۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور خدائے تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچا دیا کہ اے نوح! آنکھوں میں سرمہ لگاؤ اور وہ عاشورا کا دن تھا، اسی وجہ سے عاشورا کے دن سرمہ لگانا حضرت نوح علیہ السلام کی سنت ہے۔

اسی طرح اس دن روزہ رکھنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے۔ جس کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون لعین پر اسی دن کامیابی پائی تو نصرت خداوندی اور کامیابی کے شکرانے میں آپ نے اس دن روزہ رکھا۔ پھر آپ نے یہ روایت بیان فرمائی کہ عاشورا کے روز صحابۂ کرام نے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اسرائیلی یعنی یہود و نصاریٰ آج کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ آج کے دن ان لوگوں کے روزہ رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے اس دن روزہ رکھنے کی وجہ دریافت فرمائی تو یہودیوں نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آج کے روز فرعون پر کامیابی پائی تھی اور اس نعمت کے شکریہ میں انہوں نے روزہ رکھا تھا، لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موافقت میں ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: نحن احق بموسیٰ.

ہم حضرت موسیٰ کی خوشی میں تم سے زیادہ حق دار ہیں اور اس کے بعد تمام مسلمانوں کو اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ اس دن عاشورا کا روزہ رکھنا مسلمانوں پر فرض ہو گیا۔ اس کے بعد ایام بیض (مہینہ کی 13/14/15 تاریخ) میں روزوں کی فرضیت کی وجہ سے صوم عاشورا کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور ایام بیض کی فرضیت ماہ رمضان کے روزہ کے سبب منسوخ ہوگئی، لہذا عاشورا کے دن روزہ رکھنا حضرت موسی علیہ السلام کی سنت ہے۔ ہاں، عاشورا کے دن ہفت دانہ (کھچڑا) پکانے کی روایت کسی جگہ مجھے نظر نہیں آئی۔

ہاں، ایک عزیز سے میں نے سنا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی سنت ہے۔ جب آپ کشتی سے نیچے تشریف لائے تو کشتی میں سوار ہر فرد سے آپ نے فرمایا کہ جس کے پاس کھانے کی جو چیز باقی بچی ہے وہ لے آئے۔ ہر شخص کے پاس کھانے کی ایک جنس موجود تھی، اتفاق ہوا کہ کل ملا کر کھانے کی سات جنس ہوئیں، جنھیں ایک ساتھ ملا کر پکایا گیا۔ یہیں سے کھچڑا پکانے کا رواج چل گیا۔ واللہ اعلم۔

یہاں پہنچ کر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایسا خیال پڑتا ہے کہ جب آج کے دن کھچڑا پکانا امام حسن اور امام حسین علیہ السلام کی روح پر ایصال ثواب کی خاطر مشہور ہو گیا ہے۔ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور آپ کے جاں نثار اور اہل بیت سب قیدی بن گئے، اس وقت اسیرانِ کربلا نے ارادہ کیا کہ ان شہیدانِ کربلا کی پاک روحوں کو کھانے کا نذرانہ بصورت ایصال ثواب بھیجیں تو اپنے درمیان تلاش کیا ہوگا کہ آخر کسی کے پاس کھانے کی کیا چیز باقی ہے۔ اس کے بعد جس کے پاس جو کھانا تھا وہ لے آیا اسے جمع کیا اور شہیدانِ کربلا کی روح کے نام پر پکایا۔ اور وہ کھانے اتفاق سے سات قسم کے ہوں گے، یہاں سے لگتا ہے کہ مخلوق خدا کے درمیان آج تک من وعن یہ روایت پہنچتی رہی ہے کہ اسیرانِ کربلا نے اسی طرح سے شہیدانِ کربلا اور ان کے جاں نثاروں کی روح کے ایصال ثواب کی خاطر کھانا نذر کیا ہے، لہذا مخلوق خدا بھی ان کی موافقت میں شہیدانِ کربلا کی روح پر ایصال ثواب کے لیے کھچڑا پکاتے ہیں۔

اسی طرح ہر ایک امر کے سلسلے میں علاحدہ حدیث آئی ہے کہ ایک ساتھ نظر سے نہیں گذری ہے کہ ایک جگہ بھی (ایسی ہو جہاں) ایک دلیل سے دو چیزوں کا ثبوت ہوا ہو۔

شب عاشورا کی چار رکعت نماز:

پھر فرمایا، حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضرت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عاشورا کی رات چار رکعت نماز پڑھتا ہے جس میں دو رکعت نماز آخری شب میں صبح صادق کے قریب ادا کرے، اس طور پر کہ ہر رکعت میں ایک بار سورۃ فاتحہ اور آیت الکرسی تین مرتبہ، سورۃ اخلاص دس مرتبہ اور جب سلام پھیرے تو سو مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے، انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سو ہزار شہر بسا دیتا ہے، ہر شہر میں سو ہزار محل ہیں اور ہر محل میں سو ہزار کمرے، ہر کمرے میں تین سو تخت اور ہر تخت پر سو ہزار بستر، ہر بستر پر حور العین سے ایک بیوی ہوگی۔ نیز ہر کمرے میں سو ہزار خوان ہوں گے اور ہر خوان پر سو ہزار پیالے، ہر پیالے میں سو ہزار رنگ کے کھانے اور خدمت گاروں میں ہر بیوی پر سو ہزار غلام اور سو ہزار کنیز ہوں گی۔ ان میں سے ہر ایک کے کاندھے پر ایک رومال ہوگا! حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ میرے کان خراب ہو جائیں اگر میں نے یہ حدیث پیغمبر سے نہ سنی ہو۔ واللہ اعلم۔ (ص:210 تا 212)

شراب (خمر) کا بیچنا اور پینا:

ایک ذکر شراب بیچنے کے متعلق ہوا۔ بندگی مخدوم عظمہ اللہ نے فرمایا کہ کتب فقہ میں روایتیں لکھی ہیں کہ مسلمانوں کے شہر میں جب یہ دو چیزیں کھلے عام فروخت ہوں، ایک شراب، دوسرے سوٗر تو وہ شہر دار الحرب ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ دونوں دار الکفر کا خاصہ ہیں اور دوسرے اس لیے دار الحرب ہو جاتا ہے کہ یہ کفر کا کام ہے۔ پھر فرمایا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ: الخمر جامع الاثم۔ یعنی شراب برائیوں کو جمع کرنے والی ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ شارب

الخمر کعابد الوثن یعنی شراب کا پینے والا بت پوجنے والے کی مانند ہے۔اور دوسری حدیث میں ہے:

الا من مات سکران عاینه ملك الموت وهو سکران وادخل قبره وهو سکران وعاین منکراً ونکیر وهو سکران ویبعثه الله یوم القیمة سکران ویوقف بین یدی الله سکران ویصرف من الموقف الی جهنم سکران و فی وسط جهنم جبل فیه تجری دماء لا یکون طعامه ولا شرا به الا منه ویل للشقی نصاب الأخبار لتذكير عن النبي المختار لعلى بن عثمان الأوشي الباب الخامس والأربعون ماجاء في الزجر عن الشرب، ص:42، مكتبة الاستاذ الدكتور محمد بن تركي)اس کے بعد فارسی زبان میں حدیث کو بیان فرمایا:

جان لو اور خبردار رہو! جو شخص بحالت نشہ مر گیا وہ ملک الموت کو اپنے نشہ کے حال میں دیکھے گا اور قبر میں لایا جائے گا، جب بھی نشہ میں ہوگا اور منکر نکیر کو بھی اپنے نشہ کے عالم میں دیکھے گا۔ خداوند پاک جب اس کو قیامت میں زندہ فرمائے گا تب بھی وہ نشہ میں ہی رہے گا حتی کہ جب محشر میں دوزخ کی طرف کھڑا کیا جائے گا تو مخمور ہی رہے گا۔ دوزخ میں ایک پہاڑ ہے جس سے خون کی نہریں جاری ہیں، اسی سے ایسے آدمی کا کھانا پینا ہوگا، دوسری کوئی چیز نہیں ملے گی اور ویل (بربادی) تو بدبختوں کے لیے مخصوص ہے۔

بیچارہ نے عرض کیا کہ ویل کون سا کلمہ ہے تو فرمایا کہ ویل عرب میں ایک ایسا کلمہ ہے جو محل مذمت اور محل مدح دونوں میں بولا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ویل دوزخ میں ایک وادی کا نام ہے۔ (ص:75،76)

قرآن مجید کی فضیلت:

ایسے عالم میں زمیں بوسی کی سعادت نصیب ہوئی کہ خاص مصحف پاک اپنی گود میں لیے ملاحظہ فرما رہے تھے اور اس کے خط کی خوبی اور کتابت کی پاکیزگی دیکھ رہے تھے۔اس کے بعد فرمایا کہ کیسا عمدہ لکھا ہوا ہے کہ لکھنے والے نے ایک قلم اور ایک خط سے شروع سے آخر تک لکھا ہے۔

سکندر نامی خاص خادم نے سر جھکا کر عرض کیا کہ جس طرح قرآن مجید کا پڑھنا عبادت ہے، کیا قرآن پاک میں نظر کرنا عبادت ہوگی یا نہیں؟ بندگی مخدوم عظمہ اللہ نے فرمایا کہ ہاں، قرآن مجید میں صرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔اب اس مسئلہ میں یہ بات کہ زبانی پڑھنا افضل ہے یا دیکھ کر تو لوگوں نے کہا ہے کہ دیکھ کر پڑھنا افضل ہے، اس لیے کہ دیکھ کر پڑھنے میں کئی طرح سے عبادت ہوتی ہے۔ ایک تلاوت، دوسرے دیکھنا، پھر ورق گردانی اور مصحف پاک کا اٹھانا، ان میں سے ہر ایک عبادت ہے، لیکن زبانی پڑھنے میں صرف ایک عبادت پڑھنے کی ہی ہے، اور بس۔ پھر فرمایا کہ ایک حدیث میں لکھا ہے کہ جو آدمی قرآن میں نظر کرے گا اس کی آنکھ نابینا نہیں ہوگی اور یہ سبب ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جس دن مصحف پاک کو نہ دیکھتے اس دن کو مبارک نہیں خیال کرتے تھے۔ کتابوں میں نقل ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں جن کا عبادت میں شمار ہوتا ہے:

پہلی چیز مصحف (قرآن) پاک میں دیکھنا۔
دوسری چیز عالم کے چہرہ کو دیکھنا۔
تیسری چیز خانہ کعبہ کو دیکھنا۔
چوتھی چیز والدین کے چہرے کو دیکھنا۔

حدیث میں یہاں تک آیا ہے کہ جو شخص والدین کے چہرہ کو محبت اور دوستی کی نگاہ سے دیکھتا ہے، ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج اس بندہ کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص ماں کے قدموں پر سر رکھے اور بوسہ دے تو ہزار سال کی عبادت اس بندہ کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہے۔اسی وقت فرمایا کہ قرآن شریف پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ جو شخص تلاوت میں مشغول ہوتا ہے خداوند پاک اس پر بہشت کے دروازے کھول دیتا ہے، ہر حرف کے بدلے جو وہ پڑھتا ہے خداوند تعالیٰ ایک فرشتہ کی تخلیق فرماتا ہے جو قیامت تک اس کی پاکی بیان کرتا ہے۔ کوئی صاحب علم قرآن پڑھنے والے سے زیادہ اللہ کے نزدیک نہیں ہے۔ اسی دم فرمایا کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں شب و روز اپنی امت پر عذاب نازل ہونے سے ڈرتا تھا لیکن جب جبرئیل علیہ السلام سورہ اخلاص لائے تو مطمئن ہو گیا کہ اس سورہ میں خدائے پاک کی صفت مذکور ہے، اب جو آدمی اس سورہ کو پڑھتا ہے تو پکارنے والا عرش بریں سے پکارتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ بخش دیے اور تیری جو حاجت ہے مانگ کہ عنایت کرے۔

تفسیر میں لکھا ہے کہ جو شخص سورہ فاتحہ کو، جس کی سات آیتیں ہیں، پڑھے گا تو حق تعالیٰ اس بندہ کے ہر سات اجسام کو آتش دوزخ پر

حرام کردے گا۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی سورہ یٰسین دن میں ایک بار پڑھے گا وہ ایسا ہوگا گویا اس نے دس بار ختم قرآن کیا۔ اور جو آدمی رات میں ایک بار پڑھے گا گویا اس نے شب قدر پالی۔

پھر فرمایا کہ نقل ہے کہ کسی وقت ایک مرد نے پوچھا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کا جو اپنے لڑکے کو قرآن کی تعلیم دے، اجر کیا ہے؟ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا: القرآن کلام اللہ لا غایۃ لہ قرآن خدا کا کلام ہے، اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ جبرئیل علیہ السلام وحی لائے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ جس نے اپنے لڑکوں کو قرآن سکھایا یا خود پڑھا گویا اس نے دس ہزار حج کیے ہیں اور دس ہزار عمرہ کیا ہے، دس ہزار غزوات کیے ہیں، دس ہزار بھوکے مسلمانوں کو کھانا کھلایا ہے، دس ہزار ننگوں کو کپڑا پہنایا ہے، حضرت اسمعیل پیغمبر اسلام کے فرزندوں میں سے دس ہزار غلاموں کو آزاد کیا ہے اور ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں اس کے اعمال نامہ میں لکھی جائیں گی اور دس گناہ اس کے اعمال نامہ سے مٹائے جائیں گے۔ آخر حدیث تک یاد نہیں آتا ہے، اسی وقت فرمایا، حدیث ہے کہ جب بچہ استاد کے سامنے بیٹھ کر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتا ہے، حق تعالیٰ تین آدمیوں کو بخش دیتا ہے۔ اس میں سے ایک تو استاد ہے دوسرے ماں اور باپ ہیں۔ واللہ اعلم۔ (ص: 77 تا 79)

قرآن حادث نہیں قدیم ہے:

نویں مجلس میں آپ فرماتے ہیں:

"بیچارے نے عرض کیا کہ آیت: وَمَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ مُحْدَثٍ. اور جو آتا ہے ان کے پاس کوئی نئی نصیحت ان کے رب کی طرف سے، میں کیا تاویل ہے۔

بندگی مخدوم عظمہ اللہ نے فرمایا کہ معتزلہ قرآن کے حادث ہونے پر اسی آیت کو دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ ہمارے علما کہتے ہیں کہ اس آیت میں ذکر سے مراد قراءت ہے اور قراءت قاری کی صفت ہے اور یہ قاری کی صفت نو پید اور حادث ہے اس لیے یہ آیت قرآن پاک کے حدوث پر دلیل نہیں ہو سکتی ہے۔" (ص: 101)

علم کسبی وغیر کسبی:

ایسے وقت میں زمیں بوسی کی سعادت ملی کہ علم کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ کسی غریب نے عرض کیا کہ مخدوم عظمہ اللہ کے مکتوبات میں مذکور ہے کہ علم کی دو قسم ہے، کسبی اور غیر کسبی علم غیر کسبی وہ علم ہے جو انبیا کے سینوں میں بذریعہ وحی اور اولیا کے سینوں میں الہام کے ذریعہ اور مریدوں کے سینوں میں پیروں کے سینہ سے آتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ پیروں کے سینہ سے مریدوں کے سینہ میں جو علم آتا ہے وہ بواسطہ زبان آتا ہے یا بلا واسطہ زبان؟

بندگی مخدوم عظمہ اللہ نے فرمایا کہ پیروں کی زبان کے واسطہ سے علم ان کے سینوں سے مریدوں کے سینہ میں آتا ہے لیکن پیروں کے سینوں میں جو کچھ بھی آتا ہے وہ بذریعہ الہام آتا ہے۔ یہیں سے یہ فرق معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ بیان نفس کے علاوہ جو کچھ بھی اپنے الہام کے واسطہ سے کہتے اور بتاتے ہیں اس کو علمائے ظاہر تسلیم نہیں کرتے، اس لیے کہ ان کے پاس وہی علم کسبی اور درسی ہے۔ لیکن علم وراثت کا معاملہ کچھ دوسرا ہے۔ اگر علم وراثت سے کچھ سنتے ہیں تو اپنے قصور کی وجہ سے اس کو تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ یہ لوگ اس علم سے محجوب و محروم ہیں، یہ لوگ صرف نقل اور روایت ہی کو مانتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اولیائے کرام کے قلوب میں بذریعہ الہام جو کچھ بھی آتا ہے وہ خود ان کے ان معتقدین اور ان کے مریدین کے لیے حجت ہے لیکن دوسروں کے لیے حجت نہیں ہے۔

پھر فرمایا کہ زبانی بیان کے بغیر بھی سینہ بہ سینہ اسی طرح لوگوں نے باتیں بتائی ہیں کہ زبان کو خبر تک نہ ہوئی جیسا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا ہے:

ما صبب اللہ فی صدری الا وقد صببت في صدر ابي بكر. (کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے خداوند کریم نے میرے سینے میں ڈالا ہو اور میں نے اس کو ابوبکر کے سینے میں نہ ڈال دیا ہو۔)

اسی کو سینہ بسینہ کہتے ہیں کہ درمیان میں زبان کا کوئی تعلق نہیں ہے، لیکن اس کے لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا مرید چاہیے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیر چاہیے، سلسلۂ پیری میں نبوت میں نہیں۔

یہاں حضرت مخدوم جہاں نے بڑی سنجیدگی سے علم ظاہر اور علم باطن کی توضیح فرمادی ہے، بس عاقلاں را اشارہ کافیست۔

عالم کی فضیلت و مرتبہ:

پھر فرمایا کہ مشائخ رضی اللہ عنہم علمائے آخرت ہیں اور دونوں علم کے مالک ہیں اور یہ بات جو حدیث میں آئی ہے کہ علما پیغمبروں کی میراث والے ہیں اور یہ حدیث کہ میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کی مانند ہیں، یہ سب انہی کے حق میں ہے۔

پھر بتایا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو آدمی کسی عالم کی سات روز

خدمت کرے وہ ایسا ہو جائے گا گویا اس نے سات ہزار سال خدا کی عبادت کی ہو اور خداوند کریم اس کو ہر روز شہیدوں کا ثواب مرحمت فرمائے گا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جو آدمی علما میں سے کسی عالم کے پیچھے نماز ادا کرے تو گویا اس نے پیغمبر کے پیچھے نماز پڑھی، اور جو آدمی کسی پیغمبر کے پیچھے نماز پڑھ لے گا وہ بخشا جائے گا اور خاص کر اس کے سارے گناہ جس کا وہ مرتکب ہوا ہے۔ اسی کی طرح اور بھی بہت سی حدیثیں علما کی فضلیت میں آئی ہیں لیکن یہ سب علمائے آخرت کے حق میں ہے نہ کہ علمائے دنیا کے حق میں، کیونکہ یہ تو ڈاکو ہیں اور بادشاہوں اور شیاطین کے تابع ہیں۔

لوگ ایسا کہتے ہیں کہ جب تک علمائے دنیا کا وجود رہے گا شیطان اطمینان سے بیٹھا رہے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اولیا اہل باطن کے گروہ سے ہیں اور عوام الناس اہل ظاہر کی جماعت سے ہیں۔ جس طرح اہل ظاہر کے حق میں امر ظاہر کے اعتبار سے احکام واجب ہوتے ہیں اسی طرح اہل باطن کے حق میں بھی امر باطن کے اعتبار سے کام کرنا فرض ہوتا ہے اور حکم حال کے اعتبار سے اس کو فرض حالی کہتے ہیں۔ اس بحث کے متعلق آگے آئے گا۔

تھوڑی سی شیرینی سامنے رکھ کر بندگی مخدوم عظمہ اللہ نے حاضرین مجلس کو تقسیم کرنے کے لیے فرمایا اور خود بھی حاضرین کی موافقت کے مطابق دہن مبارک میں رکھا۔" (ص:116 تا 118)

الیوم عرس رسول اللہ ﷺ:

لہذا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دو دن (تو) دفن کے سلسلے میں اختلاف میں گذر گئے اور نو دن اختلاف خلافت میں گذر گئے، مجموعی طور پر گیارہ دن گذر گئے، بارہویں دن خلافت کا اختلاف اٹھ جانے کے بعد اور حضرت ابوبکر کے (خلافت کے لیے) متعیّن ہو جانے کے بعد، حضرت ابوبکر نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کے ثواب کے لیے کھانا تیار کیا اور اس قدر کھانا بنوایا کہ پورے مدینہ والوں کے لیے کافی ہو گیا، مدینہ منورہ میں شور برپا ہوا کہ آج کیا ہے؟ صحابہ نے بتایا کہ:

اَلْیَوْمَ عُرُسُ رَسُوْلِ اللہ اَلْیَوْمَ عُرُسُ رَسُوْلِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس ہے، آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس ہے۔) اور اس طرح بارہویں تاریخ میں عرس مشہور ہو گیا۔ (ص:275)

اس سے واضح ہو گیا کہ لفظ عرس یہ الواں کی ایجاد نہیں بلکہ رسول کریم ﷺ کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں معاندین اعراس کو اپنے عقیدہ و مذہب پر نظر ثانی کرنا چاہیے۔

ملفوظات کے یہ چند اقتباسات ہم نے پیش کیے ہیں، مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری قدس سرہ ایک فاضل محقق بھی تھے اور عشق ربانی اور تصوف و معرفت کے تاجدار بھی، آپ کی نگاہ بیک وقت شریعت، طریقت اور عرفان و حقیقت سب پر رہتی تھی، آپ کی نگاہ علمائے ظاہر اور علمائے باطن سب کو دیکھتی تھی۔ ان ملفوظات کی خصوصیت یہ ہے کہ صاحب ملفوظ کی نظر قرآن، حدیث، فقہ، کلام، اسرار تصوف، تاریخ و سیر، حالات کے تناظر، احکام کے تقاضوں پر رہتی تھی، خاص یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے اس میں ظاہری اور باطنی علوم و معارف کا بحر ذخار ہے اس کے مطالعے سے معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ بعض باتیں عوام و خواص میں متعارف بھی ہیں اور ان کے معمولات میں بھی شامل ہیں مگر حقیقی توضیح کرنے سے علما قاصر نظر آتے ہیں۔

کسی فن پارے کا ترجمہ کرنا بھی ایک علمی اور دقیق فن ہے ایک رجل عظیم اور بارگاہ الٰہی کے مقبول ترین بزرگ کے اقوال اور ارشادات کو دوسری زبان میں منتقل کرنا بجائے خود ایک علمی اور فنی کارگزاری ہے۔ ترجمہ کرنے کے لیے دونوں زبانوں پر کامل دسترس ہونا چاہئے اور وہ بھی ایک صوفی کامل اور عارف باللہ کے ملفوظات کو دوسری زبان میں پیش کرنا، جس میں تصوف کے رموز و اسرار ہوں، تفسیری، حدیثی اور فقہی نکات ہوں، کردار و عمل کی ترغیب ہو، فکر و فن کے خزانے ہوں، کب کون سی بات کس لہجے میں اور کس پس منظر میں پیش کی گئی ہے اس کی معرفت ہو، حاصل یہ کہ حضرت سید شاہ محمد شفیع فردوسی اور حضرت مولانا محمد عابد چشتی نے اپنے فن کا مظاہرہ بڑے سلیقے سے کیا ہے۔ اور ان پر نظر ثانی، تصحیح اور تقدیم کے ذمہ داری معروف خطیب اور محقق حضرت سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی نے بڑی خوبی سے نبھائی۔

بس ایک بات عرض کرنا ہے کہ دونوں کے ترجمہ کا ذکر مقدمہ میں کیا گیا ہے اگر سرورق پر ہو جاتا تو شاید زیادہ اچھا ہوتا۔

کتاب کا کاغذ اعلیٰ، طباعت عمدہ، صفحات: 408 اور قیمت صرف 400 روپے ہے/ ناشر خانقاہ منعمیہ متین گھاٹ پٹنہ سٹی بہار۔

مولا تعالیٰ تو اپنے خاص فضل و کرم سے مخ المعانی کو دوامی مقبولیت سے سرفراز فرما اور جن حضرات کی محنت سے یہ علمی ذخیرہ منظرِ عام پر آیا ہے انھیں جزاؤں سے مالامال فرما۔ آمین۔ ■■■

خیابان حرم

منظومـــــات

جامعہ اشرفیہ مبارک پور

اقبال نشاں ، اوجِ طرب ناک تِری خاک
اے جامعہ! ہے رشکِ صد افلاک تِری خاک

تُو معرفتِ علم و ادب کا ہے حوالہ
کرتی ہے جہالت کی قبا چاک تِری خاک

مینارۂ تحریکِ ابو ذر؛ ترا ذرّہ
ہے جلوہ گہِ جذبۂ بیباک تِری خاک

ہے تیرا دھواں عارضِ خورشید کا غازہ
ہے غیرتِ انجم ترے خاشاک، تِری خاک

تہذیب و تمدن کا تو سرمایۂ غالی
تعلیم و تعلم کی ہے املاک تِری خاک

تو پیرہنِ فضل کا اک رنگِ حنائی
اکرام و عنایات کی پوشاک تِری خاک

نقشِ قدمِ "حافظِ ملت" کے تصدق
ہر عیبِ کثافت سے ہوئی پاک تِری خاک

تجھ سے ہی شبستانِ تفکر کا اجالا
آنکھوں کے لیے سرمۂ ادراک تِری خاک

ثاقب قمری مصباحی

منقبت در شان حضور اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ عینی مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سُرورِ سینۂ عشقی جناب عینی ہیں
جمالِ جلوۂ پیمی جناب عینی ہیں

بہ فیضِ آلِ محمد ہیں کاشف الاستار
امین و ماہرِ سیفی جناب عینی ہیں

قلندرانِ صفا و سلوک کے حق میں
ندائے ہاتفِ غیبی جناب عینی ہیں

وہ آسمانِ ولایت کے مہر و ماہ مبیں
بشارتِ شہ جیلی جناب عینی ہیں

ہیں نام و کام و وطن و جان و قال میں یکتا
جلالتوں کی تجلی جناب عینی ہیں

ہیں میرے اچھے میاں کے وہ ملجا و ماویٰ
یوں میرے حق میں کلیدی جناب عینی ہیں

ہے میرا سارا گھرانہ غلام مارہرہ
خوشا کہ میرے مربی جناب عینی ہیں

ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی قادری برکاتی بدایونی

میں منی پور ہوں

مجھ کو بیحد یہاں ستایا گیا
میرے ہر زخم کو چھپایا گیا

میں منی پور ہوں اے اہلِ وطن
مجھ سے سوتیلا پن نبھایا گیا

ہیں پریشاں یہاں کے باشندے
حق کی آواز کو دبایا گیا

جل گئی مجھ میں خواہشیں سب کی
شہر کا شہر یوں جلایا گیا

میڈیا والے کچھ نہیں بولے
قہر جس وقت مجھ پہ ڈھایا گیا

میں اسی ملک کا ہوں اک حصہ
مجھ پہ پھر بھی ستم ہی ڈھایا گیا

رو پڑے سب کے سب یہاں اشرف
حال جس دم مرا سنایا گیا

محمد اشرف رضا قادری، چھتیس گڑھ

قاضی محمد اسماعیل مقبولی کا وصال

امام احمد رضا مومنٹ، بنگلور

الحاج قاضی محمد اسمٰعیل مقبولی وہ نام ہے جو ہمیشہ ہانگل شریف، کرناٹک کے علاقہ حضرت پیر سید مقبول احمد شاہ قادری (کشمیری اعلیٰ حضرت) کے نام کے ساتھ جڑا ہوا ہے، کشمیری اعلیٰ حضرت کے اعلیٰ ترین شاگردوں میں سے ایک ہیں، جنہوں نے اپنی پوری زندگی پیغام اور سنی عقائد کو دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا۔ جب کوئی شخص تصور کرتا ہے کہ اس کے سر پر ترکی ٹوپی، ہاتھ میں چھتری، ہمیشہ شیروانی کا لباس اور داڑھی ہے۔ اگرچہ انہوں نے کسی اسلامی یونیورسٹی سے گریجویشن نہیں کیا، لیکن وہ اسلامی شریعت کے میدان میں ایک اعلیٰ اسکالر بن کر ابھرے۔ وہ اسلامی تعلیم کی واکنگ لائبریری ہونے کی وجہ سے مشہور ہیں۔ اپنی علمی معرفت کی وجہ سے انہوں نے ریاست اور ریاست سے باہر کئی کانفرنسوں اور مباحثوں میں حصہ لیا۔ وہ منطق کے میدان میں بڑی مہارت رکھتے تھے اور پیچیدہ مضامین میں مہارت کا مظاہرہ کرنے پر دنیا کے بہت سے علماء نے ان کی تعریف کی ہے۔ تحفۃ المسالک مقبولی، کشمیری اعلیٰ حضرت کے پیغامات کو فروغ دینے کا ایک فورم رہا۔

انہوں نے سری لنکا کے کولمبو میں مسجد مقبول، جنوبی افریقہ کے کیپ ٹاؤن میں خانقاہ مقبولی، دبئی میں اپنے استاد کے نام پر بزم المقبول قائم کر کے کشمیری اعلیٰ حضرت کا نام دنیا میں روشن کرنے کی بہت کوششیں کیں۔ مولانا اپنے استاد کشمیری اعلیٰ حضرت پر سوانحِ مقبول، کرامت مقبول، ارشادات مقبول وغیرہ تصنیف کیں، جن میں کشمیری اعلیٰ حضرت کی زندگی اور پیغامات کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کی گئیں۔ وہ ہمیشہ ایک موبائل شخصیت کے مالک تھے، جب بس اور ٹرین کی سہولت نہیں تھی تو پیدل چلتے تھے، بہت سی مشکلات کا سامنا کرتے تھے اور ایک اسلامی سنی انفار میشن سینٹر کے طور پر کام کرتے تھے۔

اسلامی شرعی احکام کے مطابق عرس پروگرام کے انعقاد میں کشمیری اعلیٰ حضرت کا کردار بہت بڑا ہے، جنوبی ہند کی مرکزی صوفی کانفرنس کی حیثیت سے اس کی بنیاد رکھی۔ حضرت کے چار بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ سبھی مذہبی تعلیم کے ماہر ہیں اور لیکچرار کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

الحاج قاضی محمد اسماعیل مقبولی طویل علالت کے بعد بتاریخ 12 محرم الحرام 1445ھ 30 جولائی 2023 بروز اتوار رات تقریباً ساڑھے نو بجے شاگرد کشمیریِ اعلیٰ حضرت کا وصال پر ملال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ رجعون۔ حضرت کے وصال سے کشمیری اعلیٰ حضرت، ہانگل کی شاگردی کی آخری کڑی منقطع ہوگئی اور سنی عالم اسلام کو بہت بڑا نقصان پہنچا۔

ادارہ امام احمد رضا مومنٹ، بنگلور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے حضرت کی بے حساب مغفرت و بلندیٔ درجات عطا فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ ■■■

(ص:58 کا بقیہ)ادیانیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا بہت ضروری ہے، عقیدۂ ختم نبوت کو کمزور کیا جا رہا ہے۔ دارالافتاء منظر اسلام کے مفتی سید کفیل ہاشمی نے کہا کہ حکومت ہند کا نظریہ قادیانیوں کی حمایت کرنا ہے، یہ فرقہ پرستی کو بڑھاوا دینے اور مسلمانوں کے درمیان انتشار وافتراق پیدا کرنا چاہتی ہے۔ دار العلوم مظہر اسلام کے مولانا ثناء اللہ مظہری نے علما سے سخت موقف اختیار کرنے کی بات کہی۔ ڈاکٹر محمد حسن قادری نے کہا کہ ملک کے ہر شہر سے علما و مشائخ اور مسلم تنظیموں کے ذمہ داران کو اب کھل کر میدان میں آنے کی ضرورت ہے۔ یہاں یہ بتاتے چلیں کہ 7 ستمبر 1974ء میں علما کے مطالبہ پر حکومتی سطح پر غیر مسلم قرار دیا، پورے ملک میں قادیانی فرقے کے افراد کوئی بھی ادارہ سازی نہیں کر سکتے ہیں۔ یہاں اس بات کا بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ اس سال 2 لاکھ 17 ہزار 166 لوگوں نے قادیانی مسلک اختیار کیا۔ 186 عبادت گاہیں قائم ہوئیں۔ 124 نئے مشن ہاؤس بنائے گئے، 329 نئی شاخیں کھولی گئیں عوام کے درمیان لاکھوں کی تعداد میں لٹریچر تقسیم کیے گئے۔ مذکورہ مجموعی تعداد سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ قادیانی فرقہ بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے اور مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ کو مجروح کر رہے ہیں۔ نوری مہمان خانہ میں بعد نماز مغرب شہزادہ اعلیٰ حضرت تاج دار اہل سنت حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا قل شریف روایتی انداز میں منایا گیا، بعدہ لنگر نوری کا بھی اہتمام کیا گیا۔

صدائے بازگشت

ہر طرف خلق نے کیوں شور مچار کھا ہے

صاحبو، سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اس جائزے کی شروعات کریں تو کیسے کریں۔ گزرے ہوئے ہفتے میں رنجیدہ، سنجیدہ موضوعات سبھی معاملات پر حاوی نظر آئے۔ فیض لدھیانوی مرحوم کا سوال تھا

اے نئے سال بتا تجھ میں نیا کیا ہے
ہر طرف خلق نے کیوں شور مچار کھا ہے

ہمارا قلم ترمیم کے ساتھ اب حرف سوال ہے کہ "اے نئے ہفتے بتا تجھ میں نیا کیا ہے"

گزشتہ پیر کو صبح تڑکے جے پور ایکسپریس فائرنگ کے دلدوز سانحہ نے ہما شما کو دہلا دیا۔ چیتن سنگھ نامی آر پی ایف اہلکار نے نفرت اور تعصب کی انتہا کردی۔ اس نے اپنے ایک ساتھی اور 3/ بے گناہ مسلمانوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ اس سانحہ سے سوشل میڈیا چیخ پڑا۔ شروتی چترویدی نامی انٹر پرینیور نے لکھا کہ "جن ہندوستانی مسلمانوں نے اس ٹرین معاملے کا ویڈیو دیکھا ہوگا آج ان کے دل پر کیا گزری ہوگی میں اسے بیان نہیں کرسکتی، سوری!" اس درد اور کرب کو محسوس کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ صحافی و مصنف روہن کمار نے فیس بک پر لکھا کہ "ایک پولیس والے نے مسلمانوں کو نشان زد کرکے مار ڈالا۔ اس کے بعد سے ایسے کئی مسلمان ہیں جنھوں نے اپنے ٹکٹ کینسل کروادیئے، سفر منسوخ کردیئے۔ گھر کے مردوں کو مشورہ ملا کہ داڑھی ترشوالو، ٹوپی اور کرتا پہن کر سفر سے اجتناب کرو۔ ٹرین میں نماز مت پڑھو۔ نان ویج کھانا سفر میں ساتھ نہ لے جاؤ۔ کئی سال سے تو یہ کہا ہی جارہا ہے کہ بس ٹرین میں سیاسی بحث میں مت الجھو۔ ایک ترقی پسند ادارے کی سمپادک (ایڈیٹر) کو میں نے کہا مسلمانوں کے اس ڈر کا 'ڈاکیومینٹیشن' ضروری ہے۔ یہ ایک اسٹوری ہے کہ کس طرح سے فرقہ وارانہ وارداتوں سے پیدا ہونے والے ڈر کے ماحول نے مسلمانوں کے معمولات زندگی اور رویہ پر اثر ڈالا ہے۔ سمپادک کا جواب آیا کہ یہ اسٹوری ہم نہیں کرسکتے، یہ سنسنی خیز اسٹوری ہے۔ میں نے کہا جی بس یوٹیوب کے تھمب نیل کو سنسنی خیز بنائیے، مسلمانوں کی زندگی ویسے ہی سنسنی خیز ہوچلی ہے بھارت میں ۔"

سہد یو جینو نے ٹرین فائرنگ کے ہیش ٹیگ کے تحت سوال قائم کیا کہ "جب ہمارے محافظ ہی ہمارے قاتل بن جائیں تو کیا ہو؟ یہ گودی میڈیا کے مسلسل نفرت پروسنے کا اثر ہے؟..." پوجا پریام ودا نے لکھا کہ "معصوموں پر گولیاں چلانے والا 'مینٹل' نہیں ہوسکتا، براہ مہربانی مینٹل اِلنیس کو بدنام نہ کریں، وہ شخص مجرم ہے۔"

ابھی اس نفرت انگیزی کے زخم ہرے ہی تھے کہ ہریانہ میں فرقہ وارانہ تشدد پھوٹ پڑا۔ جس پر ہر فکر مند یہی کہتا نظر آیا کہ خدارا نفرت کی اس بھڑکتی آگ کو بجھایا جائے۔ جلتے دکان، مکان اور دنگائیوں کے ظلم کے شکار انسانوں کی لرزہ خیز تصاویر اور ویڈیوز گردش میں رہے۔ میوات ٹیرراٹیک، ہریانہ وائلنس، نوح وائلنس، مونومانیسر، گروگرام کے ہیش ٹیگ کئی دن ٹرینڈنگ میں رہے۔ اس دوران لوگوں نے میڈیا پر یہ الزام بھی لگایا کہ کوریج کے نام پر چینلوں نے فرقہ وارانہ آگ میں تیل چھڑک کر اسے مزید بھڑکانے کا کام کیا۔ اسی لیے 'بائیکاٹ گودی میڈیا' کا ہیش ٹیگ چلا۔ صحافی روہنی سنگھ نے لکھا کہ "آگ اگلتے نیوز چینلس، زہر بانٹتا اخبار، بہت ہوا اب بند کرو، نفرت کا کاروبار" ارپت سنگھ نے لکھا کہ "یہ کہنا غلط ہوگا کہ شرپسند ہندو گروہ نے یہ شروع کیا، یہ بھی کہنا غلط ہے کہ مسلم شرپسند گروہ نے یہ شروع کیا، اصل قصوروار تو اب بھی آزاد گھوم رہا ہے-(وہ ہے) انڈین میڈیا" سوشل میڈیا پلیٹ فارمس پر مودی سرنیم معاملے پر راہل گاندھی کی سزا کے فیصلے پر سپریم کورٹ کا روک لگانا، ایشیز سیریز کا برابری پر ختم ہونا، اسٹورٹ براڈ کی سبکدوشی، دہلی آرڈیننس بل جیسے موضوعات پر بھی چنتن منتھن دیکھنے کو ملا۔

(باقی ص:57 پر)

عالمی خبریں

سویڈن میں پھر قرآن پاک کی بے حرمتی

اسٹاک ہوم (یو این آئی) سویڈن کے دارالحکومت اسٹاک ہوم میں ایران نژاد خاتون نے قرآن مجید کا نسخہ نذر آتش کردیا۔ انادولو خبر رساں یجنسی کی رپورٹ کے مطابق 47 سالہ بیرامی مارجن نے مالورین جھیل کے ساحل پر بردماضلع کے انگیباڈیٹ بیچ پر قرآن پاک کا نسخہ جلادیا۔ ایسا کرنے کے بعد خاتون نے کہا کہ تمام مذاہب کو ختم کردیا جانا چاہیے۔ حالیہ مہینوں میں سویڈن اور ڈنمارک میں قرآن مجید کے نسخوں کو نذر آتش کرنے کے متعدّد واقعات پیش آئے ہیں۔ زیادہ تر مسلم ممالک نے ان واقعات کی مذمت کی ہے اور کچھ نے دونوں ممالک کے سفیروں کو طلب کرکے احتجاج کیا ہے۔ گزشتہ ماہ اسٹاک ہوم میں قرآن مجید کے نسخے کو نذر آتش کرنے کے بعد سیکڑوں عراقی مظاہرین نے سویڈن کے سفارت خانے پر دھاوا بول دیا تھا۔

سرحدوں کی سیکورٹی سخت: ڈنمارک میں پولیس نے قرآن پاک کی بے حرمتی کے حالیہ واقعات کے بعد سیکورٹی کی کشیدہ صورتحال کے باعث سرحدی سیکورٹی سخت کردی، اسی طرح کا فیصلہ گزشتہ ہفتہ سویڈن کی حکومت کی جانب سے بھی دیکھا گیا تھا۔ واضح رہے کہ حالیہ مہینوں میں اسلام مخالف عناصر نے ڈنمارک اور سویڈن میں قرآن پاک کی بے حرمتی کی گئی جس سے مسلم دنیا میں شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے اور ساتھ ہی دونوں ممالک کی حکومتوں سے ایسی کارروائیوں پر پابندی لگانے کا مطالبہ بھی کیا جارہا ہے۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے رائٹرز کے مطابق ڈنمارک کی وزارت انصاف نے اپنے بیان میں کہا کہ حکام نے آج یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس وقت اس بات پر توجہ مرکوز کرنا ضروری ہے کہ ڈنمارک میں کون داخل ہورہا ہے تاکہ مخصوص اور موجودہ خطرات کا جواب دیا جاسکے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ ابتدائی طور پر سرحدی سیکورٹی میں سختی کرنے کے فیصلے کا اطلاق 10 اگست تک ہوگا۔ وزیر انصاف پیٹر ہمل گارڈ نے جاری کردہ اپنے بیان میں کہا کہ سیکورٹی پولیس کے مطابق قرآن پاک کے نسخے نذر آتش کیے جانے کے حالیہ واقعات کی وجہ سے سیکورٹی کی صورتحال متاثر ہوئی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ سرحدوں کی سیکورٹی اور ڈنمارک آنے والے مسافروں پر نگرانی مزید بڑھاکر، ڈنمارک نے سویڈن جیسا قدم اٹھایا ہے۔ رپورٹ کے مطابق دونوں حکومتوں نے بے حرمتی کے واقعات کی مذمت کی ہے ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ وہ اس کی روک تھام کے لیے قوانین بنانے پر غور کررہے ہیں۔ لیکن مقامی ناقدین کا کہنا ہے کہ اس طرح کے کسی بھی فیصلے سے آزادی اظہار رائے کے حق کو نقصان پہنچے گا جسے ان دونوں ممالک کے آئین میں تحفظ حاصل ہے۔

15 ہزار بے قصور فلسطینی صہیونی جیلوں میں قید

مقبوضہ بیت المقدس (ایجنسی) بغیر کسی جرم کے اسرائیلی زندانوں میں قید فلسطینیوں میں خواتین اور بچوں کی بڑی تعداد موجود ہے جس میں اکثریت نابالغ ہیں۔ فلسطین پر قابض غیر قانونی صہیونی ریاست اسرائیل میں انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والے گروپ حموکڈ نے اپنی رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ صہیونی ریاست کی مختلف جیلوں میں اس وقت 15 ہزار کے قریب فلسطینی بغیر کسی جرم کے انتظامی حراست کی غیر قانونی پالیسی کے تحت قید ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو گزشتہ تین دہائیوں سے اسرائیلی جیلوں میں قید ہیں لیکن آج تک نہ ان پر کوئی مقدمہ چلایا گیا اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی ثبوت پیش کیا گیا۔

واضح رہے کہ صہیونی ریاست اسرائیل فلسطینیوں کے خلاف انتقامی کارروائی کے تحت انتظامی حراست کی غیر قانونی پالیسی کا استعمال کرتا ہے جس کے تحت ہزاروں فلسطینیوں کو کئی مہینوں سے لے کر کئی سالوں تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے رکھا جاتا ہے یہ بتائے بغیر کے ان کا جرم کیا ہے یا ان پر الزام کیا ہے۔

فلسطینی خاندان اپنے ہاتھوں اپنے مکان کی مسماری کے لیے مجبور

صیہونی قابض فوج نے کل جمعرات کی شام مغربی کنارے اور مقبوضہ بیت المقدس میں فلسطینیوں اور ان کی املاک پر اپنے حملوں کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ صیہونی خاص فوج نے مقبوضہ بیت المقدس کے جبل المکبر قصبے میں السلعہ کے محلے میں ایک فلسطینی خاندان کو زبردستی اپنا گھر مسمار کرنے پر مجبور کردیا۔ قبل ازیں قابض فوج نے مقبوضہ بیت المقدس میں راس العامود میں الشعیہ محلے میں شہید خیری علقم کے گھر کو مسمار کرنے کے فیصلے کی منظوری دی تھی۔ ادھر غرب اردن کے شمالی شہر طولکرم کے شمال میں واقع قصبے قفین میں مزاحمت کاروں اور قابض فوج کے درمیان جھڑپیں ہوئیں۔ اسرائیلی قابض افواج نے آج جمعرات کو علی الصباح مغربی کنارے میں گرفتاریوں کی ایک بڑی مہم شروع کی، جو ہیبرون کے شمال میں بیت عمر قصبے میں مرکوز تھی۔

اسرائیلی مظالم کے حوالے سے اقوام متحدہ کی رپورٹ

تفصیلات کے مطابق صیہونی فورسز نے فلسطینیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیے، اقوامِ متحدہ نے ایک رپورٹ جاری کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اسرائیلی فورسز کے حملوں اور پُرتشدد کارروائیوں کی تعداد 600 سے زائد ہوگئی ہے۔

اقوامِ متحدہ کی رپورٹ کے مطابق 2023 کی پہلی ششماہی میں مظلوم فلسطینیوں کے خلاف مذموم 591 پُرتشدد واقعات ریکارڈ ہوئے، سال 2022 کے مقابلے میں ان کارروائیوں میں 39 فی صد اضافہ ہوا۔

واضح رہے کہ فلسطین میں اسرائیلی فورسز کی ظالمانہ کارروائیاں تواتر کے ساتھ جاری ہیں، گزشتہ روز بھی مقامی میڈیا اور فلسطینی وزارت صحت کے مطابق اسرائیلی فورسز نے مقبوضہ مغربی کنارے میں اپنے معمول کے چھاپوں کے دوران ایک فلسطینی نوجوان کو گولی مار کر شہید کردیا۔

اس سے قبل ایک اور واقعے میں آباد کاروں کے ہاتھوں ایک فلسطینی شہید ہوا، فلسطین کی وزارت صحت نے جمعہ کو بتایا کہ 19 سالہ قصی جمال معتان کو رام اللہ کے مشرق میں واقع گاؤں برقتہ میں آباد کاروں نے گولی مار کر شہید کیا۔

https:/urdu.palinfo.com

(ص:55 کا بقیہ) یہ سطریں سپرد کی بورڈ ہی رہی تھیں کہ 'پڑوس' سے خبر آئی کہ عمران خان کو گرفتار کرلیا گیا۔ انہیں ٹرائل کورٹ نے توشہ خان کیس میں مجرم قرار دے کر 3 سال قید، ایک لاکھ روپے جرمانہ اور 5 سال نااہلی کی سزا سنائی ہے۔ کپتان کی گرفتاری کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ پڑوس کے سوشل میڈیا حلقوں میں ہنگامہ مچ گیا۔ ایک طرف کپتان کے مداح چراغ پا ہیں، تو دوسری جانب انکے مخالفین 'سرٹیفائیڈ چور' کے ہیش ٹیگ چلاکر خوشیاں منا رہے ہیں۔ دل گرفتگی کا اندازہ ارشد انصاری نامی صارف کے اس ٹویٹ سے لگائیے، کہتے ہیں کہ ”عمران خان کو اگر سزا ہوتی ہے تو کوئی بھی اپنے گھر سے باہر نہ نکلے، کوئی بھی بات نہ کرے اور اپنا منہ بھی بند رکھے۔ کیونکہ آپ لوگ غلام ہو، اگر آپ خود کو غلام نہیں سمجھتے تو سمجھ لو کیونکہ عمران خان اکیلا پاگل تھا جو آپ جیسے غلاموں کو آزادی دلوانے نکلا تھا۔“ اس معاملے میں عمران خان کے حامی راست طور پر حکمراں جماعتوں کے کردار پر سوال قائم کررہے ہیں، پی ٹی آئی کے ایک مداح 'سرپرائزڈے 01' نامی صارف نے لکھا کہ ”کمپنی کی اتنی پھٹی ہوئی تھی کہ نااہلی کے ساتھ گرفتاری بھی کروائی کیونکہ عمران خان کے باہر ہوتے یہ جیت بھی نہیں سکتے۔“

اسد علی آئی کے نے لکھا کہ ”آج صرف گرفتاری غیر قانونی نہیں ہوئی فیصلہ بھی غیر قانونی دیا گیا ہے۔ اس عمل نے عمران خان کو ہیرو سے سپر ہیرو جبکہ بچی کھچی پی ڈی ایم کو مردہ کردیا ہے۔ نظام انصاف اور قانون اپنی موجودگی ظاہر کرے گا پھر ہمیشہ دفن ہوجائے گا۔“ سیّد احتشام احمد نے لکھا کہ ”عمران خان کے مخالف بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان کو سزا نافرمانی کی دی جارہی ہے، (سسٹم کے سامنے) جھکنے سے انکار پر دی جارہی، توشہ خانہ محض بہانہ ہے۔“

غرضیکہ گرفتاری اور سیاسی اتھل پتھل کا اونٹ جس بھی کروٹ بیٹھے، فی الحال کپتان کا پلڑا بھاری ہے، کیونکہ عوامی حمایت انہی کے حق میں معلوم ہورہی ہے۔ فریال گوہر کا یہ ٹویٹ اکثریت کا ترجمان معلوم ہوتا ہے، وہ لکھتی ہیں ”عمران خان اپنے عوام کی نظر میں کبھی نااہل نہیں ہوں گے۔“

از: **اظہر مرزا**
Azhar.mirza@mid-day.com

-✻-✻-✻-✻-✻-✻-

خیر و خبر

سنی مسجد بلال میں ہریانہ کے امام کے قتل پر تعزیتی نشست

قصورواروں کو سخت سے سخت سزادی جائے۔ حکومت سے مطالبہ۔(معین میاں)

دوٹانکی سنی مسجد بلال میں ہریانہ میں امام کے قتل پر علماے کرام کی ایک تعزیتی نشست رکھی گئی۔ جس کی سرپرستی اور صدارت پیر طریقت رہبر شریعت قائد قوم وملت حضرت علامہ سید معین الدین اشرف اشرفی جیلانی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ کچھوچھہ مقدسہ وصدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما نے فرمائی۔ معین المشائخ نے فرمایا کہ اب نفرت کی سیاست کو روکنا بہت ضروری ہے، ملک کی امن وسلامتی اسی میں ہے کہ بھائی چارگی کو اپناتے ہوئے نفرت کو دل سے نکال دیا جائے۔ آپ نے امام کے وحشیانہ قتل پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ قصورواروں اور خاطیوں کو گرفتار کر کے سخت سے سخت سزادی جائے۔ اگر نفرت کی آگ کو روکا نہ گیا تو ملک کے حالات مزید بگڑ سکتے ہیں، ایک بے قصور امام کو نشانہ بنانا نہایت ہی افسوس ناک بات ہے، اب مذہبی رہنما بھی محفوظ نہیں رہے، جو ملک کے لیے شرم کی بات ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تعصب کی آگ بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ معین المشائخ نے مزید کہا کہ میں سنی جمعیۃ العلما کی جانب سے اس واقعہ کی سخت مذمت کرتا ہوں۔ جامعہ قادریہ اشرفیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا صوفی محمد عمر نے کہا کہ مسجد کے امام کو اس طرح قتل کرنا ظلم وبربریت کو فروغ دینا ہے۔ جتنی مذمت کی جائے کم ہے ایسے واقعات ملک کے دامن میں بدنما دھبہ ہیں۔ آپ نے مزید کہا کہ حکومت کو فوری طور پر قدم اٹھاتے ہوئے خاطیوں کو گرفتار کر کے سزادینی چاہیے۔ سنی جمعیۃ العلما کے جنرل سیکریٹری مولانا محمد ابراہیم آسی نے کہا کہ امام کو اس طرح سے کھلے عام شہید کرنا اقلیت کو دبانے کی کوشش کرنا ہے۔ امام ایک مذہبی رہنما ہوتا ہے ہر قوم کے لوگ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، سماج میں کچھ عناصر ایسے ہیں جو نفرت کی آگ کو پھیلاتے ہیں، امام کا قتل ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ نفرت پھیلانے والوں پر شکنجہ کسنا بہت ضروری ہے۔ سنی مسجد بلال کے خطیب وامام حضرت حافظ وقاری مشتاق احمد سیفی نے کہا کہ میں اس واقعہ کی سخت مذمت کرتا ہوں، اور معین المشائخ کے بیان کی تائید کرتا ہوں کہ حکومت خاطیوں کو سخت سے سخت سزادے۔ اس نشست میں علماے کرام اور دانشوران موجود تھے بالخصوص حلیمہ اپارٹمنٹ کے خطیب وامام مولانا شاہ نواز، حکیم دائم مسجد کے خطیب وامام قاری الیاس، قصائی محلہ کے خطیب وامام قاری خورشید، قاری قطب الدین، مولانا عارف، قاری نظام الدین، قاری محفوظ،، قاری عبدالعزیز اور دیگر حضرات موجود تھے۔

43واں عرس حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

قادیانی جمہور علما کے نزدیک غیر مسلم ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور آخری رسول ہیں: الحاج محمد سعید نوری

آندھرا پردیش حکومت شعبۂ اوقاف نے گزشتہ کئی سال قبل قادیانیوں کے تعلق سے ایک قانون پاس کیا تھا، کہ آندھرا پردیش صوبہ میں قادیانی فرقہ کے لوگوں کو مسجد اور مدرسہ کے رجسٹریشن کرانے یا تعمیری کام کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ مگر ابھی مرکزی وزیر اقلیتی امور اسمرتی ایرانی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ اگر کوئی شخص قادیانیوں کو کافر کہے گا تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔ اس سے متعلق رضا اکیڈمی نے نوری مہمان خانے میں آج ایک علما کی ہنگامی میٹنگ بلائی، جس میں اس سنگین مسئلے پر علماے کرام نے سخت موقف اختیار کرتے ہوئے رضا اکیڈمی کے سربراہ مولانا الحاج سعید نوری نے کہا کہ قادیانی فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے خود نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اور یہ بھی کتابوں میں لکھا ہے کہ میں آخری نبی ہوں، مجھے تم لوگ نبی مانو۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ نبوت سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور آخری رسول ہیں، یہ تحقیقی مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص حضور اقدس کو آخری نبی اور آخری رسول نہیں مانتا ہے، تو وہ خود کافر ہو جائے گا، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ عرس نوری کے موقع پر منعقدہ اجلاس میں دار العلوم منظر اسلام کے پرنسپل مفتی عاقل رضوی نے کہا کہ ق...... (باقی ص:55 پر)

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.28 2023-25

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

AUG 2023

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔ اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریباً گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجاطور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of–

(For Education) برائے تعلیمی چندہ

(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Central Bank of India
A/C 3610796165
IFSC. Code: CBIN 0284532

(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Union Bank of India
A/C 303001010333366
IFSC. Code: UBIN 0530301
Branch Code: 530301

(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Punjab National Bank
A/c 05752010021920
IFSC. Code : PUNB0057510

(For Construction) برائے تعمیری چندہ

(1) Aljamiatul Ashrafia
Central Bank of India
A/c 3610803301
IFSC. Code: CBIN 0284532

(2) Aljamiatul Ashrafia
Union Bank of India
A/c 303002010021744
IFSC. Code: UBIN 0530301
Branch Code: 530301

(3) Aljamiatul Ashrafia
Punjab National Bank
A/c 05752010021910
IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at
Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN